ف۱ سرے سے درختوں کا اُگانا تمہارے اختیار میں نہیں۔ چہ جائیکہ اُس کا پھول پھل لانا اور بار آور کرنا۔

ف۲ یعنی تمام دنیا جانتی ہے اور خود یہ مشرکین بھی مانتے ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا، بارش برسانا، درخت اُگانا، بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا کام نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن میں اُن کا اقرار و اعتراف مذکور ہے پھر یہاں تک پہنچ کر راستہ سے کیوں کترا جاتے ہیں۔ جب اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو خلق و تدبیر کر سکے یا کسی چیز کا مستقل اختیار رکھے، تو اُس کی اُلوہیت و معبودیت میں وہ کس طرح شریک ہو جائیگی "عبادۃ" انتہائی تذلّل کا نام ہے سو وہ اُسی کی ہونی چاہیئے جو انتہائی درجہ میں کامل اور با اختیار ہو۔ کسی ناقص یا عاجز مخلوق کو معبودیت میں خالق کے برابر کر دینا انتہائی ظلم اور ہٹ دھرمی ہے۔

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ

بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین اور اُتار دیا تمہارے لئے آسمان سے

مَاءً فَأَنۢبَتْنَا بِهِۦ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنۢبِتُوا۟ شَجَرَهَا

پانی پھر اُگائے ہم نے اُس سے باغ رونق والے تمہارا کام نہ تھا کہ اُگاتے اُن کے درخت

أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَمَّن جَعَلَ ٱلْأَرْضَ

اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ کوئی نہیں وہ لوگ راہ سے مُڑتے ہیں ف۲ بھلا کس نے بنایا زمین کو

قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَٰلَهَآ أَنْهَٰرًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَٰسِىَ وَجَعَلَ بَيْنَ

ٹھہرنے کے لائق ف۳ اور بنائیں اُسکے بیچ میں ندیاں اور رکھے اسکے ٹھہرانے کو بوجھ ف۴ اور رکھا

ٱلْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ أَمَّن

دو دریا میں پردہ ف۵ اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ کوئی نہیں بہتوں کو اُن میں سمجھ نہیں ف۶ بھلا کون

يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ

پہنچتا ہے بیکس کی پکار کو جب اُس کو پکارتا ہے اور دُور کر دیتا ہے سختی ف۷ اور کرتا ہے تم کو نائب اگلوں کا

ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِى

زمین پر ف۸ اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ تم بہت کم دھیان کرتے ہو ف۹ بھلا کون راہ بتاتا ہے تم کو

ظُلُمَٰتِ ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَمَن يُرْسِلُ ٱلرِّيَٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهِۦٓ ۗ

اندھیروں میں جنگل کے اور دریا کے ف۱۰ اور کون چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانے والیاں اُس کی رحمت سے پہلے ف۱۱

أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ تَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٣﴾ أَمَّن يَبْدَؤُا۟ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ اللہ بہت اُوپر ہے اس سے جسکو شریک بتلاتے ہیں ف۱۲ بھلا کون سرے سے بناتا ہے پھر

يُعِيدُهُۥ وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ

اُسکو دہرائیگا ف۱۳ اور کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے ف۱۴ اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ

قُلْ هَاتُوا۟ بُرْهَٰنَكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٦٤﴾ قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِى

تو کہہ لاؤ اپنی سند اگر تم سچے ہو ف۱۵ تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے

ف۳ یعنی آدمی اور جانوروں کی قیامگاہ ہے۔ آرام سے اُس پر زندگی بسر کرتے اور اُس کے محاصل سے منتفع ہوتے ہیں۔

ف۴ یعنی پہاڑ رکھ دیے تاکہ ٹھہری رہے، کپکپائے نہیں۔

ف۵ اس کی تحقیق قریب ہی سورۂ "فرقان" میں گذر چکی۔ آیت "وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا" کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

ف۶ یعنی کوئی اور با اختیار ہستی ہے جس سے یہ کام بن پڑیں اور اس بنا پر وہ معبود بننے کے لائق ہو۔ جب نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ مشرکین محض جہالت اور ناسمجھی سے شرک و مخلوق پرستی کے غار عمیق میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔

ف۷ یعنی جب اللہ چاہے اور مناسب جانے تو بیکس اور بیقرار کی فریاد سُن کر سختی کو دُور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ "فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَاءَ" (انعام۔ رکوع ۴) گویا اُسی نے دُعا کو بھی اسباب عادیہ میں سے ایک سبب بنایا ہے۔ جس پر مسبّب کا ترتب بمشیت الٰہی استجماع شروط اور ارتفاع موانع کے بعد ہوتا ہے اور علامہ طیبی وغیرہ نے کہا کہ آیۃ میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ سخت مصائب و شدائد کے وقت تو تم بھی مضطر ہو کر اُسی کو پکارتے ہو اور دوسرے معبودوں کو بھول جاتے ہو، پھر فطرت اور ضمیر کی اس شہادت کو امن و اطمینان کے وقت کیوں یاد نہیں رکھتے۔

ف۸ یعنی ایک قوم یا نسل کو اُٹھا لیتا اور اُس کی جگہ دوسری کو آباد کرتا ہے جو زمین میں مالکانہ اور بادشاہانہ تصرّف کرتے ہیں۔

ف۹ یعنی پوری طرح دھیان کرتے تو دُور جانے کی ضرورت نہ پڑتی انہی اپنی حوائج و ضروریات اور قوموں کے ادل بدل کو دیکھ کر سمجھ سکتے تھے کہ جس کے ہاتھ میں ان امور کی باگ ہے تنہا اُسی کی عبادت کرنی چاہیئے۔

ف۱۰ یعنی خشکی اور دریا کی اندھیریوں میں ستاروں کے ذریعہ سے تمہاری رہنمائی کرتا ہے۔ خواہ بلاواسطہ یا بواسطہ قطب نما وغیرہ آلات کے۔

ف۱۱ یعنی بارانِ رحمت سے پہلے ہوائیں چلاتا ہے جو بارش کی آمد آمد کی خوشخبری سناتی ہیں۔

ف۱۲ یعنی کہاں وہ قادرِ مطلق اور حکیم برحق اور کہاں عاجز و ناقص مخلوق، جسے اُس کی خدائی کا شریک بتلایا جا رہا ہے۔

ف۱۳ ابتداءً پیدا کرنا تو سب کو مسلم ہے کہ اللہ کا کام ہے۔ موت کے بعد دوبارہ پیدا کرنے کو بھی اسی سے سمجھ لو۔ منکرین "بعث بعد الموت" بھی اتنا سمجھتے تھے کہ اگر بالفرض دوبارہ پیدا کئے گئے تو یہ کام اُسی کا ہوگا جس نے اوّل پیدا کیا تھا۔

ف۱۴ یعنی کون ہے جو آسمانی اور زمینی اسباب کے ذریعہ سے اپنی حکمت کے موافق تم کو روزی پہنچاتا ہے۔

ف۱۵ یعنی اگر اتنے صاف نشانات اور واضح دلائل سننے کے بعد بھی تم خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور شرک کی قباحت کو تسلیم نہیں کرتے تو جو کوئی دلیل تم اپنے دعوائے باطل کے ثبوت میں رکھتے ہو پیش کرو۔ ابھی تمہارا جھوٹ سچ کھل جائیگا۔ مگر وہاں دلیل و بُرہان کہاں محض اندھی تقلید ہے۔ "وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ" (مومنون۔ رکوع ۶)

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ
آسمان اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کی مگر اللہ ف۱ اور اُن کو خبر نہیں کب

يُبْعَثُوْنَ ۝٦٥ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ
جی اُٹھیں گے ف۲ بلکہ تھک کر گر گیا اُن کا فکر آخرت کے بارہ میں بلکہ اُن کو شبہ ہے

مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝٦٦ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا
اُس میں بلکہ وہ اُس سے اندھے ہیں ف۳ اور بولے وہ لوگ جو منکر ہیں کیا جب ہم ہو جائیں مٹی

وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝٦٧ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا
اور ہمارے باپ دادے کیا ہم کو زمین سے نکالینگے وعدہ پہنچ چکا ہے اس کا ہم کو اور ہمارے باپ دادوں کو

مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٦٨ قُلْ سِيْرُوْا فِى
پہلے سے کچھ بھی نہیں یہ نقلیں ہیں اگلوں کی ف۴ تو کہہ دے پھرو

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝٦٩ وَلَا تَحْزَنْ
ملک میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام کار گنہگاروں کا ف۵ اور غم نہ کر

عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝٧٠ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى
اُن پر اور نہ خفا ہو اُن کے فریب بنانے سے ف۶ اور کہتے ہیں کب ہوگا

هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٧١ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ
یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ف۷ تو کہہ کیا بعید ہے جو تمہاری

رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝٧٢ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ
پیٹھ پر پہنچ چکی ہو بعضی وہ چیز جس کی جلدی کر رہے ہو ف۸ اور تیرا رب تو فضل رکھتا ہے

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝٧٣ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ
لوگوں پر پر اُن میں بہت لوگ شکر نہیں کرتے ف۹ اور تیرا رب جانتا ہے

مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝٧٤ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ
جو چھپ رہا ہے اُنکے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو آسمان

ع ٥

ف۱ اس آیت میں مضمون سابق کی تکمیل اور مضمون لاحق کی تمہید ہے۔ شروع پارہ سے یہاں تک حق تعالیٰ کی قدرت تامہ، رحمت عامہ اور ربوبیت کاملہ کا بیان تھا یعنی جب وہ ان صفات و شئون میں متفرد ہے تو الوہیت و معبودیت میں بھی متفرد ہونا چاہئے۔ آیت حاضرہ میں اُس کی الوہیت پر دوسری حیثیت سے استدلال کیا جا رہا ہے یعنی معبود وہ ہوگا جو قدرت تامہ کے ساتھ علم کامل و محیط بھی رکھتا ہو۔ اور یہ وہ صفت ہے جو زمین و آسمان میں کسی مخلوق کو حاصل نہیں، اُسی رَبُّ العزت کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی معبود بننے کی مستحق اکیلی اُس کی ذات ہوئی۔ (تنبیہ) کُل مغیبات کا علم بجُز خدا کے کسی کو حاصل نہیں، نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہو سکتا ہے اور نہ مفاتیح غیب (غیب کی کنجیاں جن کا ذکر سورۂ "انعام" میں گذر چکا) اللہ نے کسی مخلوق کو دی ہیں۔ ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا، یا غیب کی خبر دیدی لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن و سنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر "عالم الغیب" یا "فلان یعلم الغیب" کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ احادیث میں اُس پر انکار کیا گیا ہے۔ کیونکہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم الغیب بذات الباری کے خلاف مُوہم ہوتے ہیں۔ اِسی لئے علمائے محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کئے جائیں۔ گو لغۃً صحیح ہوں جیسے کسی کا یہ کہنا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَعْلَمُ الغَیْبَ (اللہ کو غیب کا علم نہیں) گو اُس کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے کوئی چیز غیب ہے ہی نہیں، سخت ناروا اور سوء ادب ہے۔ یا کسی کا حق سے موت اور فتنہ سے اولاد اور رحمت سے بارش مراد لے کر یہ الفاظ کہنا "اِنی اَکرَہُ الحَقَّ وَ اُحِبُّ الفِتنَۃَ وَ اَفِرُّ مِنَ الرَّحمَۃِ" (میں حق کو بُرا سمجھتا ہوں اور فتنہ کو محبوب رکھتا ہوں اور رحمت سے بھاگتا ہوں) سخت مکروہ اور قبیح ہے، حالانکہ باعتبار نیت و مراد کے قبیح نہ تھا۔ اسی طرح فلان عالم الغیب وغیرہ الفاظ کو سمجھ لو اور واضح رہے کہ علم غیب سے ہماری مراد محض ظنون و تخمینات نہیں اور نہ وہ علم جو قرائن و دلائل سے حاصل کیا جائے۔ بلکہ جس کے لئے کوئی دلیل و قرینہ موجود نہ ہو وہ مراد ہے۔ سورۂ انعام و اعراف میں اس کے متعلق کسی قدر لکھا جا چکا ہے۔ وہاں مراجعت کر لی جائے۔

ف۲ یعنی قیامت کب آئیگی جسکے بعد مُردے دوبارہ زندہ کئے جائینگے۔ اسکی خبر کسی کو نہیں۔ پہلے سے مَبدا کا ذکر چلا آتا تھا۔ یہاں سے معاد کا شروع ہوا۔

ف۳ یعنی عقل دوڑا کر تھک گئے، آخرت کی حقیقت نہ پائی کبھی شک کرتے ہیں کبھی منکر ہوتے ہیں (موضح) اور بعض مفسرین نے یوں تقریر کی ہے کہ آخرت کے ادراک تک اُنکے علم کی رسائی نہ ہوئی اور نہ عدم علم کی وجہ سے صرف خالی الذہن رہے بلکہ اُسکے متعلق شک و تردد میں پڑ گئے، اور نہ صرف شک و تردد بلکہ اُن دلائل و شواہد سے بالکل آنکھیں بند کر لیں جن میں غور و تامل کرتے تو شک رفع ہو سکتا تھا۔

ف۴ یعنی پہلے ہمارے بڑوں سے یہ ہی وعدے کئے گئے تھے۔ جو پہلے کہہ گئے اُن ہی کی نقل آج یہ پیغمبر بھی اُتار رہے ہیں لیکن کتنے قرن گذر چکے ہم نے تو آج تک نہ دیکھا نہ سُنا کہ کوئی مُردہ مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہوا ہو اور اُس کو سزا ملی ہو۔

ف۵ یعنی کتنے مجرموں کو دنیا ہی میں عبرتناک سزائیں مل چکی ہیں اور پیغمبروں کا فرمانا پورا ہو کر رہا۔ اسی پر قیاس کر لو کہ بعث بعد الموت اور عذاب اُخروی کی جو خبر انبیاء دیتے چلے آئے ہیں یقیناً پوری ہو کر رہیگی یہ کارخانہ یوں ہی بے سِرا نہیں کہ اُس پر کوئی حاکم نہ ہو، وہ اپنی رعایا کو یوں ہی مہمل نہ چھوڑیگا جب سب مجرموں کو یہاں پوری سزا نہیں ملتی تو یقیناً کوئی دوسری زندگی ہوگی جہاں ہر ایک اپنی کیفر کردار کو پہنچے اگر تمہاری یہ ہی تکذیب رہی تو مکذبین کا جو انجام دنیا میں ہوا تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔

ف۶ یعنی اُن کو سمجھا کر اور بدی کے انجام پر متنبہ کر کے الگ ہو جایئے اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ بہت زیادہ غم و تاسف نہ کریں اور نہ اِن کے مکر و فریب اور حق کے خلاف تدبیریں کرنے سے تنگدل اور خفا ہوں آپ اپنا فرض ادا کر چکے، اللہ تعالیٰ ایسے ضدی مجرموں سے خود نبٹ لیگا اور جس طرح پہلے مجرموں کو سزائیں دی گئی ہیں ان کو بھی دیگا۔

ف۷ یعنی آخر وہ قیامت کب آئیگی؟ اور جس عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں کب نازل ہوگا؟

ف۸ یعنی گھبراؤ نہیں، وعدہ پورا ہو کر رہیگا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ وعدہ کا کچھ حصہ قریب ہی آلگا ہو (چنانچہ زیادہ دن نہ گذرے کہ "بدر" میں سزا کی ایک قسط پہنچ گئی) (یہی قیامت کبریٰ، سو اُسکے بھی بعض آثار و علامات ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔

ف۹ یعنی حق تعالیٰ اپنے فضل سے اگر عذاب میں تاخیر کرتا ہے تو چاہیئے تھا اس مہلت کو غنیمت سمجھتے اور اس کی مہربانی کے شکر گذار ہو کر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرتے لیکن وہ اس کے خلاف ناشکری کرتے اور اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہیں۔

وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى

اور زمین میں مگر موجود ہے کھلی کتاب میں ف۱ یہ قرآن سناتا ہے

بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى

بنی اسرائیل کو بہت چیزیں جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں اور بیشک وہ ہدایت ہے

وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ

اور رحمت ہے ایمان والوں کے واسطے ف۲ تیرا رب ان میں فیصلہ کریگا اپنی حکومت سے اور وہی ہے

الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَي الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾

زبردست سب کچھ جاننے والا ف۳ سو تو بھروسہ کر اللہ پر بیشک تو ہے صحیح کھلے رستہ پر ف۴

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾

البتہ تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو اپنی پکار جب لوٹیں وہ پیٹھ پھیر کر

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ

اور نہ تو دکھلا سکے اندھوں کو جب وہ راہ سے بچلیں ف۵ تو تو سناتا ہے اس کو جو یقین رکھتا ہو

بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ

ہماری باتوں پر، سو وہ حکمبردار ہیں ف۶ اور جب پڑ چکے گی ان پر بات نکالینگے ہم ان کے آگے

دَاۗبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

ایک جانور زمین سے ان سے باتیں کریگا اس واسطے کہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہیں کرتے تھے ف۷

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ

اور جس دن گھیر بلائینگے ہم ہر ایک فرقہ میں سے ایک جماعت جو جھٹلاتے تھے ہماری باتوں کو پھر ان کی

يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا

جماعت بندی ہوگی ف۸ یہاں تک کہ جب حاضر ہو جائیں، فرمائیگا کیوں جھٹلایا تم نے میری باتوں کو اور نہ آ چکی تھیں

بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا

تمہاری سمجھ میں یا بولو کہ کیا کرتے تھے ف۹ اور پڑ چکی ان پر بات اس واسطے کہ انہوں نے شرارت کی تھی

ف۱ یعنی تمہارے ظاہری و پوشیدہ اعمال، دلوں کے بھید، نیتیں، ارادے اور زمین و آسمان کے چھپے سے چھپے راز سب اللہ تعالیٰ کے علم میں حاضر اور اس کے دفتر میں درج ہیں۔ ہر بات اسی کے موافق اپنے اپنے وقت پر وقوع پذیر ہوگی۔ جلدی مچانے یا دیر لگانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جو چیز علم الٰہی میں طے شدہ ہے جلد یا بدیر اپنے وقت پر آئیگی اور ہر ایک کو اس کے عمل اور نیت و عزم کے موافق پھل ملکر رہیگا۔

ف۲ یعنی ابھی عملی فیصلہ کا وقت نہیں آیا، البتہ قرآن قولی و علمی فیصلہ کے لئے آیا ہے۔ اس وقت سماوی علوم اور مذہبی چیزوں کے سب سے بڑے عالم "بنی اسرائیل" سمجھے جاتے تھے مگر عقائد، احکام اور قصص و روایات کے متعلق ان کے شدید اختلافات کا فیصلہ کن تصفیہ بھی قرآن نے سنایا۔ فی الحقیقت قرآن ہی وہ کتاب ہے جس نے دنیا کو خداوند قدوس کا آخری پیغام پہنچایا۔ اور ایمان لانے والوں کی رہبری کی تا لوگ اس دن کے لئے تیاری کر رکھیں۔ جبکہ ہر معاملہ کا عملی فیصلہ ہوگا۔

ف۳ یعنی قرآن تو آیا ہے سمجھانے اور آگاہ کرنے کو، باقی تمام معاملات کا حکیمانہ اور حاکمانہ فیصلہ خدائے قادر و توانا کریگا۔

ف۴ یعنی آپ کسی کے اختلاف و تکذیب سے متاثر نہ ہوں۔ خدا پر بھروسہ کر کے اپنا کام کئے جائیں جس صحیح و صاف راستہ پر آپ چل رہے ہیں اس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ آدمی جب صحیح راستہ پر ہو اور خدائے واحد پر بھروسہ رکھے پھر کیا غم ہے۔

ف۵ یعنی جس طرح ایک مردہ کو خطاب کرنا یا کسی بہرے کو پکارنا خصوصًا جبکہ وہ پیٹھ پھیرے چلا جا رہا ہو اور پکارنے والے کی طرف قطعًا ملتفت نہ ہو اس کے حق میں سودمند نہیں یہی حال ان مکذبین کا ہے جن کے قلوب مر چکے ہیں اور دل کے کان بہرے ہو گئے ہیں اور سننے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے کہ ان کے حق میں کوئی نصیحت نافع اور کارگر نہیں۔ ایک نپٹ اندھے کو جب تک آنکھ نہ بنوائے تم کس طرح راستہ یا کوئی چیز دکھلا سکتے ہو۔ یہ لوگ بھی دل کے اندھے ہیں اور چاہتے بھی نہیں کہ اندھے پن سے نکلیں۔ پھر تمہارے دکھلانے سے وہ دیکھیں تو کیسے دیکھیں۔

ف۶ یعنی نصیحت سنانا ان کے حق میں نافع ہے جو سن کر اثر قبول کریں۔ اور اثر قبول کرنا یہی ہے کہ خدا کی باتوں پر یقین کر کے فرمانبردار بنیں۔

ف۷ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "قیامت سے پہلے صفا پہاڑ مکہ کا پھٹے گا اس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کریگا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور سچے ایمان والوں کو اور چھپے منکروں کو نشان دیکر جدا کر دیگا" (موضح) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل آخر زمانہ میں طلوع الشمس من المغرب کے دن ہوگا۔ قیامت تو نام ہی اس کا ہے کہ عالم کا سب موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے لہٰذا اس قسم کے خوارق پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے جو قیامت کی علامات قریبہ اور اس کے پیش خیمہ کے طور پر ظاہر کی جائینگی۔ شاید "دابۃ الارض" کے ذریعہ سے یہ دکھلانا ہو کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مانتے تھے، آج وہ ایک جانور کی زبانی ماننی پڑ رہی ہے۔ مگر اس وقت کا ماننا نافع نہیں صرف مکذبین کی تجہیل و تحمیق مقصود ہے۔ ماننے کا جو وقت تھا گذر گیا۔ (تنبیہ) "دابۃ الارض" کے متعلق بہت سے رطب و یابس اقوال و روایات تفاسیر میں درج کی گئی ہیں مگر معتبر روایات سے تقریبًا اتنا ہی ثابت ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا۔ واللہ اعلم۔

ف۸ ہر گناہ والوں کے جتھے اور جماعتیں الگ الگ ہونگی۔ (تنبیہ) عمومًا مفسرین نے "فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ" کے معنی روکنے کے لئے ہیں یعنی ہر امت کے مکذبین کو محشر کی طرف لے چلیں گے اور وہ اتنی کثرت سے ہونگے کہ پیچھے چلنے والوں کو آگے بڑھنے سے روکا جائیگا۔ جیسے انبوہ کثیر میں انتظام قائم رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

ف۹ یعنی پوری طرح سمجھنے اور تمام اطراف و جوانب پر نظر ڈالنے کی کوشش بھی نہ کی، پہلے ہی جھٹلانا شروع کر دیا۔ یا بولو اگر یہ نہیں تو اور کیا کرتے تھے۔ یعنی اس کے سوا تمہارا کام ہی کیا تھا۔ اور ممکن ہے یہ مطلب ہو کہ بے سوچے سمجھے تکذیب ہی کی تھی؟ یا بولو اس کے سوا اور بھی کچھ گناہ سمیٹے تھے۔

فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ۸۵ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ

اب وہ کچھ نہیں بول سکتے ف۱ کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے بنائی رات کہ اس میں چین حاصل کریں اور

النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۸۶ وَيَوْمَ يُنْفَخُ

دن بنایا دیکھنے کا البتہ اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو یقین کرتے ہیں ف۲ اور جس دن پھونکی جائیگی

فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ

صور ف۳ تو گھبرا جائے جو کوئی ہے آسمان میں اور جو کوئی ہے زمین میں مگر جس کو اللہ

اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۸۷ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً

چاہے ف۴ اور سب چلے آئیں اُسکے آگے عاجزی سے ف۵ اور تو دیکھے پہاڑوں کو سمجھے کہ وہ جم رہے ہیں

وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ

اور وہ چلیں گے جیسے چلے بادل ف۶ کاری گری اللہ کی جس نے سادھا ہے ہر چیز کو ف۷ اُس کو

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۸۸ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ

خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ف۸ جو کوئی لے کر آیا بھلائی تو اُس کو ملے اُس سے بہتر ف۹ اور

هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۸۹ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ

اُن کو گھبراہٹ سے اُس دن امن ہے ف۱۰ اور جو کوئی لے کر آیا بُرائی سو اوندھے ڈالیں

وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۹۰ اِنَّمَآ

اُن کے مُنہ آگ میں وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے ف۱۱ مجھ کو

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ

یہی حکم ہے کہ بندگی کروں اس شہر کے مالک کی جس نے اُس کو حرمت دی اور اُسی کی ہے

شَيْءٍ ۫ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۹۱ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ

ہر ایک چیز ف۱۲ اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں حکم برداروں میں ف۱۳ اور یہ کہ سُنا دوں قرآن ف۱۴

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ

پھر جو کوئی راہ پر آیا سو راہ پر آئیگا اپنے ہی بھلے کو اور جو کوئی بہکا رہا تو کہدے

ف۱ یعنی اُن کی شرارتوں کا یقینی ثبوت ہو چکا اور خدا کی حجت تمام ہو چکی۔ اب آگے وہ کیا بول سکتے ہیں۔ باقی بعض آیات میں جو اُن کا عذر پیش کرنا مذکور ہے وہ شاید اس سے پہلے ہو چکے گا بہر حال نفی و اثبات کو اختلاف مواطن پر حمل کیا جائے۔

ف۲ یعنی کیسے کھلے کھلے نشان اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دکھلائے، پر ذرا بھی غور نہ کیا۔ ایک رات دن کے روزانہ ادل بدل ہی میں غور کر لیتے تو اللہ کی توحید، پیغمبروں کی ضرورت اور بعث بعد الموت، سب کچھ سمجھ سکتے تھے۔ آخر وہ کون ہستی ہے جو ایسے مضبوط و محکم انتظام کے ساتھ برابر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کو نمودار کرتا ہے، اور جس نے ہماری ظاہری بصارت کے لئے شب کی تاریکی کے بعد دن کا اُجالا کیا، کیا وہ ہماری باطنی بصیرت کے لئے اوہام و اہواء کی تاریکیوں میں معرفت و ہدایت کی روشنی نہ بھیجتا۔ پھر رات کیا ہے؟ نیند کا وقت ہے جسے ہم موت کا ایک نمونہ قرار دے سکتے ہیں۔ اُس کے بعد دن آیا، پھر آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر پھرنے لگے۔ اسی طرح اگر حق تعالیٰ ہم پر موت طاری کرے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اُٹھا لے تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ غرض یقین کرنے والوں کے لئے اسی ایک نشان میں تمام ضروری چیزوں کا حل موجود ہے۔

ف۳ صور پھونکنے والا فرشتہ اسرافیل ہے جو حکم الٰہی کے انتظار میں صور لئے تیار کھڑا ہے۔

ف۴ بعض روایات میں ہے کہ "اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ" جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت ہیں۔ اور بعض نے شہداء کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۵ حضرت شاہ صاحب رحؒ لکھتے ہیں "ایک بار صور پھنکے گا جس سے خلق مر جائیگی۔ دوسرا پھنکے گا تو جی اُٹھیں گے۔ اِس کے بعد پھنکے گا تو گھبرا جاویں گے، پھر پھنکے گا تو بیہوش ہو جاینگے اور پھنکے گا تو ہشیار ہونگے۔ صور پھنکنا کئی بار ہے۔" (موضح) اور بہت سے علماء صرف دو نفخے مانتے ہیں یعنی کل دو مرتبہ پھنکے گا۔ اور سب احوال کو انہی دو میں درج کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ف۶ یعنی جن بڑے بڑے پہاڑوں کو تم اس وقت دیکھ کر خیال کرتے ہو کہ ہمیشہ کے لئے زمین میں جمے ہوئے ہیں کبھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کھا سکیں گے، قیامت کے دن یہ روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اُڑتے پھرینگے اور بادل کی طرح تیز رفتار ہونگے "وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا" (واقعہ۔ رکوع ۱) "وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ" (القارعہ۔ رکوع ۱) "فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا" (طٰہٰ۔ رکوع ۶) (تنبیہ) آیت ہذا کو زمین کی حرکت و سکون کے مسئلہ سے کچھ علاقہ نہیں جیسا کہ بعض متنورین نے سمجھا ہے۔

ف۷ یعنی جس نے ہر چیز کو نہایت حکمت سے درست کیا اُسی نے آج پہاڑوں کو ایسا بھاری اور مضبوط بنایا ہے اور وہ ہی اُن کو ایک دن ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دیگا۔ وہ اُڑانا محض تباہ کرنے کی غرض سے نہ ہوگا بلکہ عالم کو توڑ پھوڑ کر اس درجہ پر پہنچانا ہوگا جہاں پہنچانے کے لئے ہی اُسے پیدا کیا ہے۔ تو یہ سب اُسی صانع حقیقی کی کاریگری ہوئی جس کا کوئی تصرف حکمت سے خالی نہیں۔

ف۸ یعنی اس توڑ پھوڑ اور انقلاب عظیم کے بعد بندوں کا حساب کتاب ہوگا اور چونکہ حق تعالیٰ بندوں کے ذرہ ذرہ عمل سے خبردار ہے تو ہر ایک کو ٹھیک اُس کے عمل کے موافق جزا و سزا دیجائیگی۔ نہ ظلم ہوگا نہ حق تلفی ہوگی۔ آگے اسی کی قدرے تفصیل ہے۔

ف۹ یعنی ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس نیکیوں کے حساب سے دیا جائیگا۔ جو کبھی ختم ہونیوالا نہیں۔

ف۱۰ یعنی بڑی گھبراہٹ سے۔ کما قال تعالیٰ "لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ" (انبیاء۔ رکوع ۷) اگر کم درجہ کی گھبراہٹ ہو تو اس آیت کے منافی نہیں۔

ف۱۱ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ زیادتی نہیں۔ جو کرنا سو بھرنا، خود کردہ را چہ علاج۔

ف۱۲ شہر سے مراد ہے مکہ معظمہ جسے خدا تعالیٰ نے معظم و محترم بنایا۔ اسی تخصیص و تشریف کی بنا پر رب کی اضافت اُس کی طرف کی گئی ورنہ یوں ہر چیز کا رب اور مالک وہ ہی ہے۔

ف۱۳ یعنی اُن لوگوں میں رہوں جو حق تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کرنیوالے اور اپنے کو ہمہ تن اُسکے سپرد کر دینے والے ہیں۔

ف۱۴ یعنی بذاتِ خود اللہ کی بندگی اور فرمانبرداری کرتا رہوں اور دوسروں کو قرآن سُنا کر اللہ کا رستہ بتلاتا رہوں۔

إِنَّمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ ءَايَـٰتِهِۦ
میں تو یہی ہوں ڈر سنا دینے والا ف۱ اور کہہ تعریف ہے سب اللہ کو ف۲ آگے دکھائیگا تم کو اپنے نمونے

فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَـٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾
تو اُن کو پہچان لوگے ف۳ اور تیرا رب بیخبر نہیں اُن کاموں سے جو تم کرتے ہو ف۴

سُورَةُ ٱلْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ وَثَمَانُونَ ءَايَةً وَتِسْعُ رُكُوعَاتٍ
سورۂ قصص مکہ میں اتری اور اس کی اٹھاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

طسٓمٓ ﴿١﴾ تِلْكَ ءَايَـٰتُ ٱلْكِتَـٰبِ ٱلْمُبِينِ ﴿٢﴾ نَتْلُوا۟ عَلَيْكَ مِن نَّبَإِ مُوسَىٰ
یہ آیتیں ہیں کھلی کتاب کی ہم سناتے ہیں تجھ کو کچھ احوال موسیٰ

وَفِرْعَوْنَ بِٱلْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣﴾ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى ٱلْأَرْضِ
اور فرعون کا تحقیقی اُن لوگوں کے واسطے جو یقین کرتے ہیں ف۵ فرعون چڑھ رہا تھا ملک میں

وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ
اور کر رکھا تھا وہاں کے لوگوں کو کئی فرقے کمزور کر رکھا تھا ایک فرقہ کو اُن میں ف۶ ذبح کرتا تھا اُن کے بیٹوں کو

وَيَسْتَحْىِۦ نِسَآءَهُمْ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٤﴾ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ
اور زندہ رکھتا تھا اُن کی عورتوں کو ف۷ بیشک وہ تھا خرابی ڈالنے والا ف۸ اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں

عَلَى ٱلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ
اُن لوگوں پر جو کمزور ہوئے پڑے تھے ملک میں اور کردیں اُن کو سردار اور کردیں اُن کو

ٱلْوَٰرِثِينَ ﴿٥﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَـٰمَـٰنَ
قائم مقام اور جمادیں اُن کو ملک میں ف۹ اور دکھادیں فرعون اور ہامان کو ف۱۰

وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَحْذَرُونَ ﴿٦﴾ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّ مُوسَىٰٓ
اور اُن کے لشکروں کو اُنکے ہاتھ سے جس چیز کا اُن کو خطرہ تھا ف۱۱ اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو

ف۱ یعنی میں نصیحت کر کے فارغ الذمہ ہوچکا، نہ سمجھو تو تمہارا ہی نقصان ہے۔ ف۲ یعنی اللہ کا ہزاراں ہزار شکر جس نے مجھ کو ہادی و مہتدی بنایا۔ فی الحقیقت تعریف کے لائق اسی کی ذات ہے۔ جس کو خوبی یا کمال ملا وہیں سے ملا۔ ف۳ یعنی آگے چل کر حق تعالیٰ تمہارے اندر یا تم سے باہر اپنی قدرت کے وہ نمونے اور میری صداقت کے ایسے نشان دکھلائیگا جنہیں دیکھ کر سمجھ لوگے کہ بیشک یہ اللہ کی وہ ہی آیات ہیں جن کی خبر پیغمبر نے دی تھی باقی اُس وقت کا سمجھنا تم کو نافع ہو یا نہ ہو، یہ جُداگانہ چیز ہے۔ علامات قیامت وغیرہ سب اس کے تحت میں آگئیں۔

ف۴ یعنی جو عمل اور معاملہ تم کرتے ہو، سب اُسکی نظر میں ہے۔ اُسی کے موافق آخر کار بدلہ ملیگا۔ اگر سزا وغیرہ میں تاخیر ہو تو نہ سمجھو کہ اللہ تعالےٰ ہماری کرتوت سے بیخبر ہے۔ تم سورۃ النمل وللہ الحمد والمنہ۔

ف۵ یعنی مسلمان لوگ اپنا حال قیاس کرلیں ظالموں کے مقابلہ میں (موضح) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو باوجود کمزوری کے فرعونیوں کی طاقت کے مقابلہ میں منصور وکامیاب کیا۔ ایسے ہی مسلمان جو فی الحال مکہ میں قلیل اور ضعیف و ناتواں نظر آتے ہیں اپنے بیشمار طاقتور حریفوں کے مقابلہ پر کامیاب ہونگے۔

ف۶ یعنی "مصر" میں قبطی بھی آباد تھے جو فرعون کی قوم تھی اور سبطی بھی جو "بنی اسرائیل" کہلاتے تھے لیکن فرعون ظلم و تکبر کی راہ سے "بنی اسرائیل" کو پنپنے اور اُبھرنے نہیں دیتا تھا۔ گویا سب قبطی آقا بنے ہوئے تھے اور پیغمبروں کی اولاد بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اُن سے ذلیل کام اور بیگاریں لیتے اور کسی طرح اس قابل نہ ہونے دیتے کہ ملک میں وہ کوئی قوت و وقعت حاصل کرسکیں۔

ف۷ کہتے ہیں فرعون نے کوئی خواب دیکھا تھا جسکی تعبیر کاہنوں نے یہ دی کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھ سے تیری سلطنت برباد ہوگی۔ اس لئے پیش بندی کے طور پر یہ احمقانہ اور ظالمانہ تدبیر سوچی کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کمزور کرتے رہنا چاہیئے کہ انہیں حکومت کے مقابلہ کا حوصلہ ہی نہ ہو۔ اور آئندہ جو لڑکے اِن کے پیدا ہوں اُن کو ایک طرف سے ذبح کرڈالنا چاہیئے۔ اس طرح آنیوالی مصیبت رُک جائیگی۔ البتہ لڑکیوں سے چونکہ کوئی خطرہ نہیں، انہیں زندہ رہنے دیا جائے۔ وہ بڑی ہوکر باندیوں کی طرح ہماری خدمت کیا کرینگی۔ اور ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل آپسمیں حضرت ابراہیم خلیل کی ایک پیشین گوئی کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ جسمیں خبر دیگئی تھی کہ ایک اسرائیلی جوان کے ہاتھ پر اس سلطنت مصر کی تباہی مقدر ہے۔ شدہ شدہ یہ تذکرے فرعون کے کانوں تک پہنچ گئے اُس احمق نے قضا و قدر کی روک تھام کے لئے ظلم و ستم کی یہ اسکیم جاری کی۔

ف۸ یعنی زمین میں خرابی پھیلانے والا تو تھا ہی۔ لہٰذا اُسے ایسا ظلم و ستم کرنے میں کیا جھجک ہوتی۔ بس جو دل میں آیا، اپنے کبر و غرور کے نشہ میں بے سوچے سمجھے کر گذرا۔

ف۹ یعنی اس ملعون کے انتظامات تو وہ تھے، اور ہمارا اِرادہ یہ تھا کہ کمزوروں کو قوی اور پستوں کو بالا کیا جائے جس قوم کو فرعونیوں نے ذلیل غلام بنا رکھا تھا اُن ہی کے سر پر دین کی امامت اور دنیا کی سرداری کا تاج رکھ دیں۔ ظالموں اور متکبروں سے جگہ خالی کرا کر اُس مظلوم و ستم رسیدہ قوم سے زمین کو آباد کریں اور دینی سیادت کے ساتھ دنیوی حکومت بھی اس مظلوم و مقہور قوم کے حوالے کی جائے۔

ف۱۰ "ہامان" وزیر تھا فرعون کا جو ظلم و ستم میں اُس کا شریک اور آلہ کار بنا ہوا تھا۔

ف۱۱ یعنی جس خطرہ کی وجہ سے اُنہوں نے بنی اسرائیل کے ہزارہا بچوں کو ذبح کرڈالا تھا۔ ہم نے چاہا کہ وہ ہی خطرہ اُنکے سامنے آئے۔ فرعون نے امکانی کوشش کر دیکھی اور پورے زور خرچ کرلئے کہ کسی طرح اُس اسرائیلی بچہ سے مامون ہوجائے جس کے ہاتھ پر اُس کی تباہی مقدر تھی لیکن تقدیر الٰہی کہاں ٹلنے والی تھی۔ خداوند قدیر نے اُس بچہ کو اُسی کی گود میں اُسی کے بستر پر اُسی کے محلات کے اندر شاہانہ ناز و نعم سے پرورش کرایا۔ اور دکھلا دیا کہ خدا جو انتظام کرنا چاہے، کوئی طاقت اُسے روک نہیں سکتی۔

اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ

کہ اُس کو دودھ پلاتی رہ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اُس کا تو ڈال دے اُس کو دریا میں ف۱ اور نہ خطرہ کر

وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷

اور نہ غمگین ہو ہم پھر پہنچا دینگے اسکو تیری طرف اور کریں گے اُس کو رسولوں سے ف۲

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ

پھر اُٹھا لیا اُس کو فرعون کے گھر والوں نے کہ ہو اُن کا دشمن اور غم میں ڈالنے والا بیشک فرعون

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ

اور ہامان اور اُن کے لشکر تھے چوکنے والے ف۳ اور بولی فرعون کی عورت

قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ

یہ تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے لئے اور تیرے لئے ف۴ اسکو مت مارو، کچھ بعید نہیں جو ہمارے کام آئے یا ہم اسکو کر لیں

وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ

بیٹا ف۵ اور اُن کو کچھ خبر نہ تھی ف۶ اور صبح کو موسٰی کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا قریب

كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ

تھی کہ ظاہر کر دے بیقراری کو، اگر نہ ہم نے گرہ دی ہوتی اُس کے دل پر اس واسطے کہ رہے یقین

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

کرنے والوں میں ف۷ اور کہہ دیا اُس کی بہن کو پیچھے چلی جا پھر دیکھتی رہی اُس کو اجنبی ہو کر

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ

اور اُن کو خبر نہ ہوئی ف۸ اور روک رکھا تھا ہم نے موسٰی سے دائیوں کو پہلے سے پھر بولی

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓي اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲

میں بتلاؤں تم کو ایک گھر والے کہ اُس کو پال دیں تمہارے لئے اور وہ اُس کا بھلا چاہنے والے ہیں ف۹

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ

پھر ہم نے پہنچا دیا اُسکو اُسکی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے اُس کی آنکھ اور غمگین نہ ہو اور جانے کہ

ف۱ اُن کی ماں کو الہام ہوا یا خواب دیکھا یا اور کسی ذریعہ سے معلوم کرا دیا گیا کہ جب تک بچہ کے قتل کا اندیشہ نہ ہو برابر دودھ پلاتی رہیں، جب اندیشہ ہو تو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں۔ سورۂ "طٰہٰ" میں یہ قصہ گذر چکا ہے۔ ف۲ ماں کی تسلی کر دی کہ ڈرے مت، بے کھٹکے دریا میں چھوڑ دے، بچہ ضائع نہیں ہو سکتا۔ اور بچہ کی جدائی سے غمگین بھی مت ہو۔ ہم بہت جلد اس کو تیری ہی آغوشِ شفقت میں پہنچا دینگے۔ خدا کو اس سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔ وہ منصبِ رسالت پر سرفراز کیا جائیگا۔ کوئی طاقت اللہ کے ارادہ میں حائل و مانع نہیں ہو سکتی۔ تمام رکاوٹیں دُور کر کے وہ مقصد پورا کرنا ہے جو اس محترم بچہ کی پیدائش سے متعلق ہے۔ ف۳ آخر ماں نے بچہ کو لکڑی کے صندوق میں ڈال کر پانی میں چھوڑ دیا۔ صندوق بہتا ہوا ایسی جگہ جا لگا جہاں سے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے ہاتھ لگ گیا۔ اُن کو اس پیارے بچہ کی پیاری صورت بھلی معلوم ہوئی۔ آثارِ نجابت و شرافت نظر آئے۔ پالنے کی غرض سے اُٹھا لیا۔ مگر اس اٹھانے کا آخری نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ بچہ بڑا ہو کر فرعون اور فرعونیوں کا دشمن ثابت ہو اور اُنکے حق میں سوہانِ روح بنے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُٹھانے کا موقع دیا۔ فرعون لعین کو کیا خبر تھی کہ جس دشمن کے ڈر سے ہزارہا معصوم بچے تہ تیغ کرا چکا ہوں وہ یہی ہے جسے بڑے چاؤ پیار سے آج ہمارے ہاتھوں میں پرورش کرایا جا رہا ہے۔ فی الحقیقت فرعون اور اس کے وزیر و مشیر اپنے ناپاک مقصد کے اعتبار سے بہت چوکے کہ بیشمار اسرائیلی بچوں کو ایک شبہ پر قتل کر ینگے باوجود موسٰیؑ کو زندہ رہنے دیا لیکن نہ چوکتے تو کیا کرتے، کیا خدا کی تقدیر کو بدل سکتے تھے یا مشیت ایزدی کو روک سکتے تھے، اُنکی بڑی چوک تو یہ تھی کہ قضا و قدر کے فیصلوں کو سمجھے کہ انسانی تدبیروں سے روکا جا سکتا ہے۔

ف۴ یعنی کیسا پیارا بچہ ہے، ہمارے کوئی لڑکا نہیں، لاؤ اسی سے دل بہلائیں اور آنکھیں ٹھنڈی کیا کریں بعض روایات میں ہے کہ فرعون نے کہا "لَكِ لَا لِیْ" (تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو گی میری نہیں) تقدیرِ ازلی یہ الفاظ اُس ملعون کی زبان سے کہلا رہی تھی۔ آخر وہ ہی ہوا۔

ف۵ یعنی کم از کم بڑا ہو کر ہمارے کام آئیگا یا مناسب سمجھا تو متبنّٰی بنا لیں گے۔

ف۶ یعنی یہ تو خبر نہ تھی کہ بڑا ہو کر کیا کریگا۔ سمجھے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے خوف سے ڈالا ہے ایک لڑکا نہ مارا تو کیا ہوا۔ کیا ضرور ہے کہ یہی وہ بچہ ہو جس سے ہمیں خوف ہے۔ پھر جب ہم پرورش کرینگے وہ خود ہی ہم سے شرمائیگا۔ کس طرح ممکن ہے کہ ہم سے ہی دشمنی کرنے لگے۔ اُنہیں کیا خبر تھی کہ یہ اُس کا دوست ہو گا جو سارے جہان کا پرورش کرنیوالا ہے اور تم چونکہ اُسکے دشمن ہو اس لئے مجبور ہو گا کہ پروردگارِ حقیقی کے حکم سے تمہاری مخالفت کرے۔ تم اپنی ظاہری تربیت پر تو ایسی اچھی اُمیدیں باندھتے ہو، مگر شرم نہیں آتی کہ اُس ربِّ حقیقی کے مقابلہ میں "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" کی آواز بلند کر رہے ہو۔

ف۷ موسٰی علیہ السلام کی والدہ بچہ کو دریا میں ڈال تو آئیں، مگر ماں کی مامتا کہاں چین سے رہنے دیتی۔ رہ رہ کر موسٰیؑ کا خیال آتا تھا۔ دل سے قرار جاتا رہا۔ موسٰیؑ کی یاد کے سوا کوئی چیز دل میں باقی نہ رہی، قریب تھا کہ صبر و ضبط کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹ جائے اور عام طور پر ظاہر کر دیں کہ میں نے اپنا بچہ دریا میں ڈالا ہے کسی کو خبر ہو تو لاؤ۔ لیکن خدائی الہام "اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ" کو یاد کر کے تسلی پاتی تھی۔ یہ خدا ہی کا کام تھا کہ اسکے دل کو مضبوط باندھ دیا کہ خدائی راز قبل از وقت کھلنے نہ پائے۔ اور تھوڑی دیر بعد خود موسٰیؑ کی والدہ کو عین الیقین حاصل ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

ف۸ یعنی جب فرعون کے محلسرا میں صندوق کھلا اور بچہ برآمد ہوا تو شہر میں شہرت ہو گئی۔ موسٰیؑ کی والدہ نے اپنی بیٹی کو (جو موسٰیؑ کی بہن تھی) حکم دیا کہ بچہ کا پتہ لگانے کے لئے چلی جا اور علیحدہ رہ کر دیکھ کیا ماجرا ہوتا ہے۔ لڑکی ہشیار تھی جہاں بچے کے گرد بھیڑ لگی تھی وہاں بے تعلق اجنبی بن کر دُور سے دیکھتی رہی کسی کو پتہ نہ لگا کہ اس بچہ کی بہن ہے۔

ف۹ یعنی فرعون کی بیوی نے اس ملعون کو بھی بچہ کی پرورش پر راضی کر لیا تو دودھ پلانے کی فکر ہوئی اور دائیاں طلب کی گئیں۔ مگر قدرت نے پہلے ہی سے بند لگا دیا تھا کہ موسٰیؑ اپنی ماں کے سوا کسی کا دودھ نہ پکڑے۔ سخت تشویش تھی کہ کہاں سے مرضعہ لائی جائے جس کا دودھ بچہ منہ کو لگا سکے۔ موسٰیؑ کسی عورت کا دودھ نہ پیتے تھے۔ فرعون کے آدمی اسی فکر و تجسس میں تھے کہ موسٰیؑ کی بہن نے کہا میں تم کو ایک گھرانے کا پتہ بتا سکتی ہوں جو اُمید ہے بچہ کو پال دینگے اور جہاں تک اُنکی طبائع کا اندازہ ہے بہت خیرخواہی اور غور و پرداخت سے پالیں گے کیونکہ شریف گھرانا ہے اور بادشاہ کے گھر سے انعام و اکرام کی بڑی توقعات ہونگی، پھر تربیت میں کمی کیوں کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی کے مشورہ کے موافق حضرت موسٰیؑ کی والدہ طلب کی گئیں۔ بس بچہ کو چھاتی سے لگانا تھا کہ اُس نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھر والوں کو بہت غنیمت معلوم ہوا کہ بچہ نے ایک عورت کا دودھ قبول کر لیا ہے، بڑی خوشیاں منائی گئیں اور انعام و اکرام کئے گئے۔ مرضعہ نے عذر کیا کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی، اپنے گھر لے جا کر اس کی پرورش کرونگی۔ چنانچہ موسٰی علیہ السلام امن و اطمینان کے ساتھ پھر آغوشِ مادری میں پہنچ گئے۔ اور فرعون کے یہاں سے جو روزینہ اُن کی ماں کا مقرر ہوا وہ مفت میں رہا۔

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ

اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے ف۱ پر بہت لوگ نہیں جانتے ف۲ اور جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور

اسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَ

سنبھل گیا دی ہم نے اُس کو حکمت اور سمجھ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی والوں کو ف۳ اور

دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ

آیا شہر کے اندر جس وقت بےخبر ہوئے تھے وہاں کے لوگ ف۴ پھر پائے اُس میں دو مرد

يَقْتَتِلٰنِ ۖ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ

لڑتے ہوئے یہ ایک اس کے رفیقوں میں اور یہ دوسرا اُسکے دشمنوں میں پھر فریاد کی اُس سے اُس نے جو

مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ

تھا اُس کے رفیقوں میں اُس کی جو تھا اُس کے دشمنوں میں پھر مُکا مارا اُس کو موسیٰ نے پھر اس کو تمام کر دیا

قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ

بولا یہ ہوا شیطان کے کام سے بیشک وہ دشمن ہے بہکانے والا صریح بولا

رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

اے میرے رب میں نے برا کیا اپنی جان کا سو بخش مجھ کو پھر اس کو بخش دیا بیشک وہی ہے بخشنے والا

الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا

مہربان ف۵ بولا اے رب جیسا تو نے فضل کر دیا مجھ پر پھر میں کبھی نہ ہونگا مددگار

لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى

گنہگاروں کا ف۶ پھر صبح کو اٹھا اُس شہر میں ڈرتا ہوا انتظار کرتا ہوا ف۷ پھر ناگہاں جس نے

اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ

کل مدد مانگی تھی اُس سے آج پھر فریاد کرتا ہے اُس سے ف۸ کہا موسیٰ نے بیشک تو بے راہ ہے

مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ

صریح ف۹ پھر جب چاہا کہ ہاتھ ڈالے اُس پر جو دشمن تھا اُن دونوں کا

ف۱ یعنی "اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ" میں جو دو وعدے کئے تھے ایک تو آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کس حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا۔ اور دوسرے کو اسی پر قیاس کرنے کا موقع ملا کہ بلاشبہ وہ بھی اپنے وقت پر پورا ہو کر رہیگا۔

ف۲ یعنی وعدہ اللہ کا پہنچ کر رہتا ہے۔ ہاں بیچ میں بڑے بڑے پھیر پڑ جاتے ہیں۔ اس میں بہت لوگ بے یقین ہونے لگتے ہیں (موضح)

ف۳ یعنی موسیٰ علیہ السلام جب اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے، تو ہم نے اُن کو بہت حکمت کی باتیں سمجھائیں اور خصوصی علم و فہم عطا فرمایا کیونکہ بچپن ہی سے وہ نیک کردار تھے۔ ایسے ہونہار کو ہم اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔

ف۴ یعنی حضرت موسیٰ جوان ہو کر ایک روز شہر میں پہنچے جس وقت لوگ غافل پڑے سو رہے تھے شاید رات کا وقت ہوگا یا دوپہر ہوگی۔

ف۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے، فرعون کی قوم سے بسبب اُن کے ظلم و کفر کے بیزار رہتے اور بنی اسرائیل اُن کے ساتھ لگے رہتے تھے، اُن کی والدہ کا گھر شہر سے باہر تھا حضرت موسیٰ کبھی وہاں جاتے کبھی فرعون کے گھر آتے۔ فرعون کی قوم (قبط) اُن کی دشمن تھی کہ غیر قوم کا شخص ہے ایسا نہ ہو کہ زور پکڑ جائے۔ ایک روز دیکھا کہ دو شخص آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک اسرائیلی دوسرا قبطی۔ اسرائیلی نے موسیٰ کو دیکھ کر فریاد کی کہ مجھے اس قبطی کے ظلم سے چھڑاؤ کہتے ہیں قبطی فرعون کے مطبخ کا آدمی تھا۔ موسیٰ پہلے ہی قبطیوں کے ظلم و ستم کو جانتے تھے۔ اُس وقت آنکھ سے اُس کی زیادتی دیکھ کر رگِ حمیت پھڑک اٹھی۔ ممکن ہے سمجھانے بجھانے میں قبطی نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کوئی سخت لفظ کہا ہو جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے۔ غرض موسیٰ علیہ السلام نے اسکی تادیب و گوشمالی کے لئے ایک گھونسہ رسید کیا، ماشاء اللہ بڑے طاقتور جوان تھے ایک ہی گھونسہ میں قبطی نے پانی نہ مانگا۔ خود موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ ایک گھونسہ میں اس کمبخت کا کام تمام ہو جائیگا۔ پچھتائے کہ بے قصد خون ہو گیا۔ مانا کہ قبطی کافر حربی تھا، ظالم تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کی نیت بھی محض ادب دینے کی تھی، جان سے مار ڈالنے کی نہ تھی۔ مگر ظاہر ہے اُس وقت کوئی معرکۂ جہاد نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے قبطی قوم کو کوئی الٹی میٹم نہیں دیا تھا۔ بلکہ مصر میں اُن کی بود و ماند کا شروع سے جو طرزِ عمل رہا تھا اُس سے لوگ مطمئن تھے کہ وہ یونہی کسی کی جان و مال لینے والے نہیں پھر ممکن ہے غیظ و غضب کے جوش میں معاملہ کی تحقیق بھی سرسری ہوئی ہو اور مُکا مارتے وقت پوری طرح اندازہ نہ رہا ہو کہ کتنی ضرب تادیب کے لئے کافی ہے اُدھر اس بلاارادہ قتل سے اندیشہ تھا کہ فرقہ وار اشتعال پیدا ہو کر دوسرے مصائب و فتن کا دروازہ نہ کھل جائے۔ اس لئے اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ اور سمجھے کہ اس میں کسی درجہ تک شیطان کا دخل ہے انبیاء علیہم السلام کی فطرت ایسی پاک و صاف اور اُن کی استعداد اس قدر اعلیٰ ہوتی ہے کہ نبوت ملنے سے پیشتر ہی وہ اپنے ذرّہ ذرّہ عمل کا محاسبہ کرتے ہیں اور ادنیٰ اسی لغزش یا خطائے اجتہادی پر بھی حق تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگتے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے اپنی تقصیرات کا اعتراف کر کے معافی چاہی جو دیدی گئی اور غالباً اس معافی کا علم اُن کو بذریعہ الہام وغیرہ ہوا ہوگا۔ آخر پیغمبر لوگ نبوت سے پہلے ولی تو ہوتے ہیں۔

ف۶ یعنی آپ نے جیسے اپنے فضل سے مجھ کو عزت، راحت، قوت عطا فرمائی اور میری تقصیرات کو معاف کیا اِس کا شکریہ ہے کہ میں آئندہ کبھی مجرموں کا مددگار نہ ہونگا۔ شاید اس فریادی (اسرائیلی) کی بھی کچھ تقصیر معلوم ہوئی ہوگی، مجرم اُسے کہا ہو۔ یا مجرمین سے کفار اور ظالم لوگ مراد ہوں یعنی تیری دی ہوئی قوتوں کو آئندہ بھی کبھی اُن کی حمایت و اعانت میں خرچ نہ کرونگا۔ یا مجرمین سے شیاطین مراد ہوں یعنی شیاطین کے مشن میں اُن کا مددگار کبھی نہ بنونگا کہ وہ وسوسہ اندازی کر کے مجھ سے ایسا کام کرا دیں جس پر بعد کو پچھتانا پڑے۔ یا اسرائیلی کو مجرم اس حیثیت سے کہا کہ وہ وقوع جرم کا سبب بنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف۷ یعنی انتظار کرتے اور راہ دیکھتے تھے کہ مقتول کے وارث فرعون کے پاس فریاد لے گئے ہونگے دیکھئے کس پر جرم ثابت ہوا اور مجھ سے کیا سلوک کریں۔

ف۸ یعنی اُسی اسرائیلی کی لڑائی آج کسی اور سے ہو رہی تھی۔

ف۹ یعنی روز ظالموں سے اُلجھتا ہے اور مجھ کو لڑواتا ہے۔

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ
بول اُٹھا اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ خون کرے میرا جیسے خون کر چکا ہے کل ایک جان کا ف۱ تیرا یہی

تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ
جی چاہتا ہے کہ زبردستی کرتا پھرے ملک میں اور نہیں چاہتا کہ ہو

الْمُصْلِحِيْنَ ١٩ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى
صلح کرا دینے والا ف۲ اور آیا شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا کہا اے موسیٰ

اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ
دربار والے مشورہ کرتے ہیں تجھ پر کہ تجھ کو مار ڈالیں سو نکل جا میں تیرا بھلا چاہنے

النّٰصِحِيْنَ ٢٠ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ
والا ہوں ف۳ پھر نکلا وہاں سے ڈرتا ہوا راہ دیکھتا بولا اے رب بچا لے مجھ کو اس قوم

الظّٰلِمِيْنَ ٢١ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ
بے انصاف سے اور جب منہ کیا مدین کی سیدھ پر بولا امید ہے کہ میرا رب لیجائے مجھ کو

سَوَآءَ السَّبِيْلِ ٢٢ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ
سیدھی راہ پر ف۴ اور جب پہنچا مدین کے پانی پر پایا وہاں ایک جماعت کو لوگوں کی

يَسْقُوْنَ ۡ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ
پانی پلاتے ہوئے ف۵ اور پایا اُن سے ورے دو عورتوں کو کہ روکے ہوئے کھڑی تھیں اپنی بکریاں، بولا تمہارا کیا حال ہے

قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ٢٣ فَسَقٰى
بولیں ہم نہیں پلاتیں پانی چرواہوں کے پھیر لیجانے تک ف۶ اور ہمارا باپ بوڑھا ہے بڑی عمر کا ف۷ پھر اُس نے

لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ
پانی پلا دیا اُنکے جانوروں کو ف۸ پھر ہٹ کر آیا چھاؤں کی طرف، بولا اے رب تو جو چیز اُتارے میری طرف اچھی

خَيْرٍ فَقِيْرٌ ٢٤ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ
میں اُس کا محتاج ہوں ف۹ پھر آئی اُسکے پاس اُن دونوں میں سے ایک چلتی تھی شرم سے ف۱۰ بولی

ف۱ ہاتھ ڈالنا چاہا اس ظالم پر۔ بول اُٹھا مظلوم جانا کہ زبان سے مجھ پر غصہ کیا ہے، ہاتھ بھی مجھ پر چلائیں گے۔ وہ کل کا خون چھپا رہا تھا کہ کس نے کیا، آج اُس کی زبان سے مشہور ہوا۔ (موضح)

ف۲ یعنی زور زبردستی سے قتل کرنا ہی آتا ہے، یہ نہیں کہ سمجھا بجھا کر فریقین میں صلح کرا دے۔

ف۳ یعنی خون کی خبر فرعون کو پہنچ گئی۔ وہاں مشورے ہوئے کہ غیر قوم کے آدمی کا یہ حوصلہ ہو گیا ہے کہ شاہی قوم کے افراد اور سرکاری ملازموں کو قتل کر ڈالے۔ سپاہی دوڑائے گئے کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے لائیں شاید مل جاتے تو قتل کرتے، اُسی مجمع میں سے ایک نیک طینت کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی خیر خواہی ڈال دی۔ وہ جلدی کر کے مختصر راستہ سے بھاگا ہوا آیا۔ اور حضرت موسیٰ کو واقعہ کی اطلاع کر کے مشورہ دیا کہ تم فوراً شہر سے نکل جاؤ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ سُنایا ہمارے پیغمبر کو کہ لوگ اُن کی جان لینے کی فکر کرینگے اور وہ بھی وطن سے نکلیں گے۔ چنانچہ کافر سب اکٹھے ہوئے تھے کہ اِن پر مل کر چوٹ کریں، اُسی رات میں آپ وطن سے ہجرت کر گئے۔

ف۴ حضرت موسیٰ مصر سے نکل کھڑے ہوئے، راہ سے واقف نہ تھے اللہ سے درخواست کی کہ سیدھی راہ پر چلائے۔ اُس نے "مدین" کی سیدھی سڑک پر ڈال دیا۔ جہاں پہنچا کر انہیں امن و اطمینان کے ساتھ متاہل بنانا تھا۔ صرف یہ ہی نہیں، بلکہ بہت دور تک کی سیدھی راہ پر لے چلنا تھا۔

ف۵ "مدین" "مصر" سے آٹھ دس دن کی راہ ہے۔ وہاں پہنچے بھوکے پیاسے، دیکھا کنوئیں پر لوگ اپنے مواشی کو پانی پلا رہے ہیں۔

ف۶ وہ دونوں بکریاں لے کر حیا سے کنارے کھڑی تھیں۔ اتنی قوت نہ تھی کہ مجمع کو ہٹا دیں یا بذاتِ خود بھاری ڈول نکال لیں۔ شاید اوروں سے بچا ہوا پانی پلاتی ہوں۔

ف۷ یعنی ہمارا باپ جوان اور توانا ہوتا تو ہم کو آنا نہ پڑتا۔ وہ خود ان مردوں سے نبٹ لیا کرتا۔

ف۸ پیغمبروں کے فطری جذبات و ملکات ایسے ہوتے ہیں، تھکے ماندے، بھوکے پیاسے تھے مگر غیرت آئی کہ میری موجودگی میں یہ صنف ضعیف ہمدردی سے محروم رہے۔ اُٹھے اور مجمع کو ہٹا کر یا اُنکے بعد کنوئیں سے تازہ پانی نکال کر لڑکیوں کے جانوروں کو سیراب کیا۔

ف۹ یعنی اے اللہ کسی عمل کی اُجرت مخلوق سے نہیں چاہتا۔ البتہ تیری طرف سے کوئی بھلائی پہنچے اُس کا ہمہ وقت محتاج ہوں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "عورتوں نے پہچانا کہ چھاؤں پکڑتا ہے مسافر ہے۔ دُور سے آیا ہوا تھکا، بھوکا۔ جا کر اپنے باپ سے کہا (وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے علی القول المشہور) اُن کو درکار تھا کہ کوئی مرد ملے نیک بخت جو بکریاں تھامے اور بیٹی بھی بیاہ دیں۔" (موضح)

ف۱۰ جیسا کہ شریف اور پاکباز عورتوں کا قاعدہ ہے۔ کہتے ہیں کہ شرم کے مارے چہرہ چھپا کر بات کی۔

إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ
میرا باپ تجھ کو بلاتا ہے کہ بدلے میں دے حق اُس کا کہ تُو نے پانی پلا دیا ہمارے جانوروں کو ف١ پھر جب پہنچا اُسکے پاس اور

الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥﴾ قَالَتْ إِحْدَاهُمَا
بیان کیا اُس سے احوال، کہا مت ڈر بچ آیا تو اُس قوم بے انصاف سے ف٢ بولی اُن دونوں میں سے ایک

يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ﴿٢٦﴾ قَالَ إِنِّي
اے باپ اِس کو نوکر رکھ لے البتہ بہتر نوکر جس کو تو رکھنا چاہے وہ ہے جو زور آور ہو امانتدار ف٣ کہا میں

أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ ۖ
چاہتا ہوں کہ بیاہ دوں تجھ کو ایک بیٹی اپنی ان دونوں میں سے اس شرط پر کہ تو میری نوکری کرے آٹھ برس ف٤

فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۖ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِي
پھر اگر تو پورے کر دے دس برس تو وہ تیری طرف سے ہے ف٥ اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر تکلیف ڈالوں، تو پائیگا مجھکو

إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذَٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ۖ أَيَّمَا
اگر اللہ نے چاہا نیک بختوں سے ف٦ بولا یہ وعدہ ہو چکا میرے اور تیرے بیچ جونسی

ع ٣ الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٢٨﴾
مُدّت ان دونوں میں پوری کر دوں، سو زیادتی نہ ہو مجھ پر اور اللہ پر بھروسہ اُس چیز کا جو ہم کہتے ہیں ف٧

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ
پھر جب پوری کر چکا مُوسیٰ وہ مُدّت اور لیکر چلا اپنے گھر والوں کو دیکھی کوہ طور کی طرف سے

نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ
ایک آگ کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو میں نے دیکھی ہے ایک آگ شاید لے آؤں تمہارے پاس وہاں کی کچھ خبر

أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ
یا انگارا آگ کا تاکہ تم تاپو پھر جب پہنچا اُسکے پاس آواز ہوئی

شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَا مُوسَىٰ
میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے تختہ میں ایک درخت سے ف٨ کہ اے مُوسیٰ

ف١ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کر رہے تھے۔ اس نے اپنے فضل سے غیر متوقع طور پر خیر بھیجی، تو قبول کیوں نہ کرتے۔ اُٹھ کر عورت کے ساتھ ہو لئے۔ لکھتے ہیں کہ چلتے وقت اُس کو ہدایت فرمائی کہ میں آگے چلوں گا تم پیچھے آؤ۔ مبادا اجنبیہ پر عمداً نظر کرنے کی نوبت آئے۔ چنانچہ وہ پیچھے پیچھے راستہ بتلاتی اُن کو لے کر گھر پہنچی۔

ف٢ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب کو اپنی ساری سرگذشت کہہ سنائی۔ انہوں نے تسلّی دی اور فرمایا کہ اب تو اُس ظالم قوم کے پنجہ سے بچ نکلا۔ انشاء اللہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے (مدین فرعون کی حدود سلطنت سے باہر تھا)

ف٣ یعنی موسیٰ میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ زور دیکھا، ڈول نکالنے یا مجمع کو ہٹا دینے سے، اور امانتدار سمجھا بے طمع اور عفیف ہونے سے۔

ف٤ شاید یہ ہی خدمت لڑکی کا مہر تھا۔ ہمارے حنفیہ کے ہاں اب بھی اگر بالغہ راضی ہو تو اس طرح کی خدمت اقارب مہر ٹھہر سکتا ہے (کذا نقلہ الشیخ الانور اطال اللہ بقاءہ) یہاں صرف نکاح کی ابتدائی گفتگو مذکور ہے۔ ظاہر ہے حضرت شعیب نے نکاح کرتے وقت ایک لڑکی کی تعیین اور اس کی رضامندی حاصل کر لی ہو گی۔

ف٥ یعنی کم از کم آٹھ برس میری خدمت میں رہنا ضروری ہو گا۔ اگر دو سال اور زائد رہے تو تمہارا تبرّع ہے۔

ف٦ یعنی کوئی سخت خدمت تم سے نہ لُونگا، تم کو میرے پاس رہ کر انشاء اللہ خود تجربہ ہو جائیگا کہ میں بُری طبیعت کا آدمی نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے نیک بخت ہوں، میری صحبت میں تم گھبراؤ گے نہیں، بلکہ مناسبت طبع کی وجہ سے اُنس حاصل کرو گے۔

ف٧ یعنی مجھے اختیار ہو گا کہ آٹھ برس رہوں یا دس برس۔ بہرحال جو معاہدہ ہو چکا خدا کے بھروسہ پر مجھے منظور ہے۔ اللہ کو گواہ بنا کر معاملہ ختم کرتا ہوں۔ احادیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بڑی مدت (یعنی دس برس) پورے کئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ہمارے حضرتؐ بھی وطن سے نکلے، سو آٹھ برس پیچھے آ کر مکہ فتح کیا۔ اگر چاہتے اُسی وقت کافروں سے شہر خالی کرا لیتے لیکن اپنی خوشی سے دس برس پیچھے کافروں سے پاک کیا۔"

ف٨ یہ وہ ہی درخت تھا جس پر آگ بھڑکتی ہوئی نظر آئی۔

إِنِّيٓ أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ
میں ہوں میں اللہ جہان کا رب اور یہ کہ ڈالدے اپنی لاٹھی پھر جب دیکھا اُس کو پھنپھناتے

كَأَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يٰمُوْسٰىٓ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ
جیسے سانپ کی شکل اُلٹا پھرا منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر اے موسیٰ آگے آ اور مت ڈر

إِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿٣١﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ
تجھ کو کچھ خطرہ نہیں ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکل آئے سفید ہو کر

مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۖ وَّاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ
نہ کر کسی بُرائی سے ف۱ اور ملالے اپنی طرف اپنا بازو ڈر سے ف۲ سو یہ

بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٣٢﴾
دو سندیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اُسکے سرداروں پر ف۳ بیشک وہ تھے لوگ نافرمان

قَالَ رَبِّ إِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿٣٣﴾ وَ
بولا اے رب میں نے خون کیا ہے اُن میں ایک جان کا سو ڈرتا ہوں کہ مجھ کو مار ڈالینگے ف۴ اور

أَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۖ
میرا بھائی ہارون اُس کی زبان چلتی ہے مجھ سے زیادہ سو اُس کو بھیج میرے ساتھ مدد کو کہ میری تصدیق کرے

إِنِّيْٓ أَخَافُ أَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿٣٤﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيْكَ
میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو جھوٹا کریں ف۵ فرمایا ہم مضبوط کر دینگے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے

وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ إِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ أَنْتُمَا وَ
اور دینگے تم کو غلبہ پھر وہ نہ پہنچ سکیں گے تم تک ہماری نشانیوں سے تم اور

مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ
جو تمہارے ساتھ ہو غالب رہو گے ف۶ پھر جب پہنچا اُن کے پاس موسیٰ لے کر ہماری نشانیاں کھلی ہوئی

قَالُوْا مَا هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا
بولے اور کچھ نہیں یہ جادو ہے باندھا ہوا ف۷ اور ہم نے سُنا نہیں یہ اپنے اگلے باپ دادوں

ف۱ شروع رکوع سے یہاں تک کے مفصل واقعات سورۃ "طٰہٰ" وغیرہ میں گذر چکے۔ ملاحظہ کر لیے جائیں۔

ف۲ یعنی بازو کو پہلو سے ملالو۔ سانپ وغیرہ کا ڈر جاتا رہیگا۔ شاید آگے کے لئے بھی خوف زائل کرنے کی یہ ترکیب بتلائی ہو۔

ف۳ یعنی معجزۂ "عصا" و "ید بیضا" بطور سند نبوت کے دیے گئے ہیں۔ تا فرعون اور اُس کی قوم پر اتمام حجت کر سکے۔

ف۴ یعنی پہنچتے ہی قتل کر دیا تو آپ کی دعوت کیسے پہنچاؤں گا۔

ف۵ یعنی کوئی تصدیق و تائید کرنے والا ساتھ ہو تو فطرۃً دل مضبوط و قوی رہتا ہے۔ اور اُنکے جھٹلانے پر اگر بحث و مناظرہ کی نوبت آجائے تو میری زبان کی لکنت ممکن ہے بولنے میں رکاوٹ ڈالے اِس وقت ہارون کی رفاقت مفید ہوگی کیونکہ اُن کی زبان زیادہ صاف اور تیز ہے۔

ف۶ یعنی دونوں درخواستیں منظور ہیں، ہارون تمہارے قوت بازو بنینگے اور فرعونیوں کو تم پر کچھ دسترس نہ ہوگی۔ ہماری نشانیوں کی برکت سے تم اور تمہارے ساتھی ہی غالب و منصور رہیں گے۔

ف۷ یعنی معجزات دیکھ کر کہنے لگے جادو ہے اور جو باتیں خدا کی طرف منسوب کر کے کہتا ہے وہ بھی جادو کی باتیں ہیں جو خود تصنیف کر کے لے آیا، اور دعوے کرنے لگا کہ خدا نے مجھ پر وحی کی ہے حقیقت میں وحی وغیرہ کچھ نہیں۔ محض ساحرانہ تخییل و افترا ہے۔

الْأَوَّلِينَ ﴿٣٦﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِندِهِ
میں ف۱ اور کہا موسیٰ نے میرا رب تو خوب جانتا ہے جو کوئی لایا ہے ہدایت کی بات اُس کے پاس سے
وَمَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ
اور جس کو ملے گا آخرت کا گھر بیشک بھلا نہ ہوگا بے انصافوں کا ف۲ اور بولا
فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي
فرعون اے دربار والو مجھ کو تو معلوم نہیں تمہارا کوئی حاکم ہو میرے سوا سو آگ دے
يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَل لِّي صَرْحًا لَّعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ
اے ہامان میرے واسطے گارے کو پھر بنا میرے واسطے ایک محل تاکہ میں جھانک کر دیکھ لوں موسیٰ کے رب کو
وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٣٨﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي
اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے ف۳ اور بڑائی کرنے لگے وہ اور اُس کے لشکر
الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ
ملک میں ناحق اور سمجھے کہ وہ ہماری طرف پھر کر نہ آئیں گے پھر پکڑا ہم نے
وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾
اُس کو اور اُسکے لشکروں کو، پھر پھینک دیا ہمنے اُنکو دریا میں، سو دیکھ لے کیسا ہوا انجام گنہگاروں کا ف۴
وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾
اور کیا ہم نے اُن کو پیشوا کہ بُلاتے ہیں دوزخ کی طرف ف۵ اور قیامت کے دن اُن کو مدد نہ ملے گی ف۶
وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُم مِّنَ
اور پیچھے رکھدی ہم نے اُن پر اس دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن اُن پر
الْمَقْبُوحِينَ ﴿٤٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِن بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا
بُرائی ہے ف۷ اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب بعد اس کے کہ ہم غارت کر چکے
الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ
پہلی جماعتوں کو ف۸ سمجھانے والی لوگوں کو اور راہ بتانیوالی اور رحمت تاکہ وہ

ف۱ یعنی جو باتیں یہ کرتا ہے (مثلاً ایک خدا نے ساری دنیا کو پیدا کیا، اور ایک وقت سب کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کریگا پھر حساب کتاب ہوگا اور مجھ کو اُس نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، وغیرہ وغیرہ) اپنے اگلے بزرگوں سے ہمارے کانوں میں یہ چیزیں کبھی نہیں پڑیں۔

ف۲ یعنی خدا خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور اُسی کے پاس سے ہدایت لایا ہوں اُس لئے انجام میرا ہی بہتر ہوگا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں دیکھ کر اور دلائل صداقت سن کر ناانصافی سے حق کو جھٹلاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ انجام کار اُن کو ذلت و ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑیگا۔

ف۳ یعنی اپنے وزیر ہامان کو کہا کہ اچھا اینٹوں کا ایک پزاوہ لگواؤ تاکہ پکی اینٹوں کی خوب اُونچی عمارت بنوا کر اور آسمان کے قریب ہو کر میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں کہ کہاں ہے اور کیسا ہے۔ کیونکہ زمین میں تو مجھے کوئی خدا اپنے سوا نظر نہیں پڑتا۔ آسمان میں بھی خیال تو یہی ہے کہ کوئی نہ ہوگا، تاہم موسیٰ کی بات کا جواب ہو جائیگا۔ یہ بات ملعون نے استہزاء و تمسخر سے کہی اور ممکن ہے اس قدر بدحواس و پاگل ہو گیا ہو کہ اس طرح کی لچر پوچ اور مضحکہ خیز تجویزیں سوچنے لگا۔

ف۴ یعنی انجام سے بالکل غافل ہو کر لگے ملک میں تکبر کرنے یہ نہ سمجھا کہ کوئی اُن کی گردن نیچی کرنے والا اور سر توڑنے والا بھی موجود ہے۔ آخر خداوند قہار نے اُس کو لاؤ لشکر سمیت بحر قلزم میں غرق کر دیا تا یاد گار رہے کہ بدبخت ظالموں کا جو انجام سے غافل ہوں ایسا انجام ہوا کرتا ہے۔ غرق وغیرہ کے واقعات کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

ف۵ یعنی یہاں ضلالت و طغیان میں پیش پیش تھے اور لوگوں کو دوزخ کی طرف بُلاتے تھے وہاں بھی اُن کو دوزخیوں کے آگے امام بنا کر رکھا جائیگا۔ "يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ"۔ (ھود۔ رکوع ۹)

ف۶ یعنی یہاں کے لشکر وہاں کام نہ دینگے نہ کسی طرف سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔ اپنے لاؤ لشکر سمیت جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔ کوئی بچانیوالا نہ ہوگا۔

ف۷ یعنی آخرت کی بُرائی اور بدانجامی تو الگ رہی، دنیا ہی میں لوگ رہتی دنیا تک ایسوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔

ف۸ نزول توراۃ کے بعد دنیا میں ایسے غارت کے عذاب کم آئے۔ بجائے اہلاک سماوی کے جہاد کا طریقہ مشروع کر دیا گیا۔ کیونکہ کچھ لوگ احکامِ شریعت پر قائم رہ گئے۔

يَتَذَكَّرُونَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى

یاد رکھیں ف۱ اور تو نہ تھا غرب کی طرف جب ہم نے بھیجا موسیٰ کو

الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۴۴﴾ وَلَٰكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا

حکم ف۲ اور نہ تھا تو دیکھنے والا لیکن ہم نے پیدا کیں کئی جماعتیں

فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو

پھر دراز ہوئی اُن پر مدّت ف۳ اور تو نہ رہتا تھا مدین والوں میں کہ اُن کو

عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ

سُناتا ہماری آیتیں پر ہم رہے ہیں رسول بھیجتے ف۴ اور تو نہ تھا طور کے کنارے

إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن

جب ہم نے آواز دی لیکن یہ انعام ہے تیرے رب کا ف۵ تاکہ تو ڈر سُنادے اُن لوگوں کو جنکے پاس نہیں آیا

نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَا أَن تُصِيبَهُم

کوئی ڈر سنانے والا تجھ سے پہلے تاکہ وہ یاد رکھیں ف۶ اور اتنی بات کے لئے کہ کبھی آن پڑے اُن پر

مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ

آفت اُن کاموں کی وجہ سے جنکو بھیج چکے ہیں اُنکے ہاتھ، تو کہنے لگیں اے رب ہمارے کیوں نہ بھیج دیا

إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا

ہمارے پاس کسی کو پیغام دیکر تو ہم چلتے تیری باتوں پر اور ہوتے ایمان والوں میں ف۷ پھر جب

جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ

پہنچی اُن کو ٹھیک بات ہمارے پاس سے کہنے لگے کیوں نہ ملا اس رسول کو جیسا ملا تھا موسیٰ کو ف۸

أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۖ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا

کیا ابھی منکر نہیں ہو چکے اُس سے جو موسیٰ کو ملا تھا اس سے پہلے ف۹ کہنے لگے دونوں جادو ہیں آپسمیں موافق

وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ

اور کہنے لگے ہم دونوں کو نہیں مانتے ف۱۰ تو کہہ اب تم لاؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس کی جو

ف۱ یعنی تورات جو موسیٰ علیہ السلام کو دیگئی تھی۔ بڑی فہم و بصیرت عطا کرنیوالی، لوگوں کو راہِ ہدایت پر چلانے والی، اور مستحقِ رحمت بنانے والی کتاب تھی۔ تا لوگ اُسے پڑھ کر اللہ کو یاد رکھیں۔ احکام الٰہی سیکھیں اور پند و نصیحت حاصل کریں، سچ تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعد ہدایت میں تورات شریف ہی کا درجہ ہے اور آج جبکہ اُسکے پیرؤں نے اُسے ضائع کر دیا، قرآن ہی اُس کے ضروری علوم و ہدایات کی حفاظت کر رہا ہے۔

ف۲ یعنی کوہ طور کے غرب کی جانب جہاں موسیٰ کو نبوت اور تورات ملی۔

ف۳ یعنی تو اُس وقت کے واقعات تو ایسی صحت و صفائی اور بسط و تفصیل سے بیان کر رہا ہے جیسے وہیں "طور" کے پاس کھڑا دیکھ رہا ہو۔ حالانکہ تمہارا موقع پر موجود نہ ہونا ظاہر ہے اور ویسے بھی سب جانتے ہیں تم اُمّی ہو کسی عالم کی صحبت میں بھی نہیں رہے۔ نہ ٹھیک ٹھیک صحیح واقعات کا کوئی جید عالم مکہ میں موجود تھا۔ پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ علم کہاں سے آیا؟ حقیقت یہ ہے کہ اقوام دنیا پر مدّتیں اور قرن گذر گئے، مرورِ دہور سے وہ علوم محرّف و مندرس ہوتے جا رہے تھے اور وہ ہدایات مٹتی جا رہی تھیں لہٰذا اس علیم و خبیر کا ارادہ ہوا کہ ایک اُمّی کی زبان سے بھولے ہوئے سبق یاد دلائے جائیں اور اُن عبرتناک و موعظت آمیز واقعات کا ایسا صحیح فوٹو دنیا کے سامنے پیش کر دیا جائے جس پر نظر کر کے بے اختیار ماننا پڑے کہ اس کا پیش کرنیوالا موقع پر موجود تھا اور اپنی آنکھوں سے مِن و عَن کیفیات کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ پس ظاہر ہے کہ تم تو وہاں موجود نہ تھے، بجز اس کے کیا کہا جائے کہ جو خدا آپ کی زبان سے بول رہا ہے اور جس کے سامنے ہر غائب بھی حاضر ہے۔ یہ بیان اُسی کا ہوگا۔

ف۴ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو "مدین" جا کر جو واقعات پیش آئے اُن کا اس خوبی و صحت سے بیان تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا اُس وقت تم شانِ پیغمبری کے ساتھ وہیں سکونت پذیر تھے اور جس طرح آج اپنے وطن مکہ میں اللہ کی آیات پڑھ کر سُنا رہے ہو، اُس وقت "مدین" والوں کو سُناتے ہونگے حالانکہ یہ چیز صریحاً منفی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم ہمیشہ سے پیغمبر بھیجتے رہے ہیں جو دنیا کو غفلت سے چونکاتے اور گذشتہ عبرتناک واقعات یاد دلاتے رہیں۔ اسی عام عادت کے موافق ہم نے اس زمانہ میں تم کو رسول بنا کر بھیجا کہ پچھلے قصّے یاد دلاؤ۔ اور خواب غفلت سے مخلوق کو بیدار کرو۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ٹھیک ٹھیک واقعات کا صحیح علم تم کو دیا جائے اور تمہاری زبان سے ادا کرایا جائے۔

ف۵ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی "اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" تم وہاں کھڑے سُن نہیں رہے تھے۔ یہ حق تعالیٰ کا انعام ہے کہ آپ کو ان واقعات حقائق پر مطلع کیا اور تمہارے ساتھ بھی اسی نوعیت کا برتاؤ کیا جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ گویا "جبل النور" (جہاں غار حرا ہے) اور "مکہ" "مدینہ" میں "جبل طور" اور "مدین" کی تاریخ دہرا دی گئی۔

ف۶ یعنی عرب کے لوگوں کو یہ چیزیں بتلا کر خطرناک عواقب سے آگاہ کر دیں۔ ممکن ہے وہ سُن کر یاد رکھیں اور نصیحت پکڑیں۔ (تنبیہ) "مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ" سے شاید آبائے اقربین مراد ہونگے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف۷ یعنی پیغمبر کا اُن میں بھیجنا خوش قسمتی ہے۔ اگر بدون پیغمبر بھیجے اللہ تعالیٰ اُن کی کھلی ہوئی بے عقلیوں اور بے ایمانیوں پر سزا دینے لگتا تب بھی ظلم نہ ہوتا، لیکن اُس نے احسان فرمایا اور کسی قسم کی معقول عذر داری کا موقع نہیں چھوڑا۔ ممکن تھا سزا دہی کے وقت کہنے لگتے کہ صاحب ہمارے پاس پیغمبر تو بھیجا نہیں جو ہم کو ہماری غلطیوں پر کم از کم متنبہ کر دیتا، ایک دم پکڑ کر عذاب میں دھر گھسیٹا۔ اگر کوئی پیغمبر آتا تو دیکھ لیتے ہم کیسے نیک اور ایماندار ثابت ہوتے۔

ف۸ یعنی رسول نہ بھیجتے تو کہتے رسول کیوں نہ بھیجا۔ اب رسول تشریف لائے جو تمام پیغمبروں سے شان و رتبہ میں بڑھ کر ہیں تو کہتے ہیں کہ صاحب! ہم تو اُس وقت مانتے جب دیکھتے کہ ان سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح "عصا" اور "ید بیضا" وغیرہ کے معجزات ظاہر ہوتے اور ان کے پاس بھی تورات کی طرح ایک دم ایک کتاب اُترتی یہ کیا کہ دو دو چار چار آیتیں پیش کرتے ہیں۔

ف۹ یعنی موسیٰ کے معجزات اور کتاب ہی کو کہاں سب نے مان لیا تھا؟ شبہے نکالنے والے اُن کو بھی "سحر مفتری" کہتے رہے جیسا کہ ابھی ایک دو رکوع پہلے گذرا بس جن کو ماننا منظور نہیں ہوتا وہ ہر بات میں کچھ نہ کچھ احتمالات نکال لیتے ہیں۔

ف۱۰ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں "مکّہ کے کافر حضرت موسیٰ کے معجزے سُن کر کہنے لگے کہ ویسا معجزہ اس نبی کے پاس ہوتا تو ہم مانتے، جب "یہود" سے پوچھا اور "تورات" کی باتیں اس نبی کے موافق اور اپنی مرضی کے خلاف سُنیں، مثلاً یہ کہ بُت پرستی کفر ہے، آخرت کا جینا برحق ہے اور جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہ ہو مُردار ہے (اور عرب میں ایک نبی آخر الزماں آئینگے جن کی یہ نشانیاں ہونگی وغیرہ وغیرہ) تب لگے دونوں کو جواب دینے" کہ "تورات" اور "قرآن" دونوں جادو اور موسیٰ و محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام دونوں جادوگر ہیں۔ (العیاذ باللہ) جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

ف۱ یعنی آسمانی کتابوں میں سب سے بڑی اور مشہور یہی دو کتابیں تھیں جنکی ہمسری کوئی کتاب نہیں کرسکتی اگر یہ دونوں جادو ہیں توتم کوئی کتاب الٰہی پیش کرو جو ان سے بہتر اور ان سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو بفرض محال اگر ایسی کتاب لے آئے تو میں اُسی کی پیروی کرنے لگونگا، لیکن تم قیامت تک نہیں لاسکتے۔ اس سے زیادہ بدبختی کیا ہوگی کہ خود ہدایت ربانی سے قطعی تہی دست ہو اور جو کتاب ہدایت آتی ہے اُسے جادو کہہ کر رد کردیتے ہو۔ جب یہ ایک انسان کا بنایا ہوا جادو ہے تو تم سارے جہان کے جادوگروں کو جمع کر کے اس سے بڑا جادو لے آتے۔ آخر جادو ایسی چیز تو نہیں کہ اس کا کوئی مقابلہ نہ کرسکے۔
ف۲ یعنی جب یہ لوگ نہ ہدایت کو قبول کرتے ہیں اور نہ اُس کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کرسکتے ہیں تو یہ ہی اسکی دلیل ہے کہ اُن کو راہِ ہدایت پر چلنا مقصود ہی نہیں محض اپنی خواہشات کی پیروی ہے جس چیز کو دل چاہا مان لیا جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا رد کردیا۔ بتلایئے ایسے ہواپرست ظالموں کو کیا ہدایت ہوسکتی ہے۔ اللہ کی عادت اُسی قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ کرے اور محض ہوا و ہوس کو حق کا معیار نہ بنالے۔ ف۳ یعنی ہماری وحی کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے۔ ایک وحی کی تصدیق و تائید میں دوسری وحی برابر بھیجتے رہے ہیں۔ اور قرآن کو بھی ہمنے بتدریج نازل کیا ایک آیت کے پیچھے دوسری آیت آتی رہی، مقصد یہ ہے کہ کافی غور کرنے اور سمجھنے کا موقع ملے اور یاد رکھنے میں سہولت ہو۔ ف۴ یعنی اِن جاہل مشرکین کا حال تو یہ ہے کہ نہ اگلی کتابوں کو مانیں نہ پچھلی کو، اور ان کے بالمقابل انصاف پسند اہل کتاب کو دیکھو کہ وہ دونوں کو تسلیم کرتے جاتے ہیں پہلے سے تورات و انجیل پر یقین رکھتے تھے۔ جب قرآن پاک آیا تو بول اُٹھے کہ بلاشبہ یہ کتاب برحق ہے، ہمارے رب کی اتاری ہوئی، ہم اس پر اپنے یقین و اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں، ہم تو پہلے بھی اللہ کی باتوں کو مانتے تھے آج بھی قبول کرتے ہیں۔ فی الحقیقت ہم آج سے مسلمان نہیں بہت پہلے سے مسلمان ہیں۔ کیونکہ کتب سابقہ پر ہمارا ایمان تھا جن میں پیغمبر آخر الزماں اور قرآن کریم کے متعلق صاف بشارات موجود تھیں۔ لہٰذا اُن پیشینگوئیوں پر بھی ہمارا پہلے سے اجمالی ایمان ہوا۔ آج اس کی تفصیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٩﴾ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ
ان دونوں سے بہتر ہو کہ میں اس پر چلوں، اگر تم سچے ہو ف۱ پھر اگر نہ کر لائیں تیرا کہا

فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ
تو جان لے کہ وہ چلتے ہیں نری اپنی خواہشوں پر اور اُس سے گمراہ زیادہ کون جو چلے اپنی خواہش پر

بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾ وَ
بدون راہ بتلائے اللہ کے بیشک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ف۲ اور

لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ
ہم پے در پے بھیجتے رہے ہیں اُن کو اپنے کلام تاکہ وہ دھیان میں لائیں ف۳ جن کو ہم نے دی ہے

الْكِتَابَ مِن قَبْلِهِ هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا
کتاب اِس سے پہلے وہ اس پر یقین کرتے ہیں اور جب اُن کو سنائے تو کہیں

آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿٥٣﴾
ہم یقین لائے اُس پر، یہی ہے ٹھیک ہمارے رب کا بھیجا ہوا، ہم ہیں اِس سے پہلے کے حکم بردار ف۴

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ
وہ لوگ پائیں گے اپنا ثواب دوہرا اس بات پر کہ قائم رہے ف۵ اور بھلائی

بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِذَا سَمِعُوا
کرتے ہیں بُرائی کے جواب میں ف۶ اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں ف۷ اور جب سنیں

اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ
نکمی باتیں اُس سے کنارہ کریں اور کہیں ہم کو ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام سلامت

عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿٥٥﴾ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ
رہو ہم کو نہیں چاہئیں بے سمجھ لوگ ف۸ تو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾
پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے ف۹ اور وہ ہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے ف۱۰

ف۵ یعنی مغرور و مستغنی ہو کر قبول حق سے گریز نہیں کیا بلکہ جس وقت جو حق پہنچا بے تکلف گردن تسلیم جھکادی۔ (تنبیہ) شیخ اکبرؒ نے فتوحات میں لکھا ہے کہ ان اہل کتاب کا ایمان اپنے پیغمبر پر دو مرتبہ ہوا۔ اول بالاستقلال دوبارہ نبی کریم صلعم پر ایمان لانے کے ضمن میں۔ کیونکہ حضورؐ تمام انبیاء سابقین کے مصدق ہیں اور اُن پر ایمان رکھنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور حضورؐ پر بھی اُن کا ایمان دو مرتبہ ہوا۔ ایک اب بالذات اور بالاستقلال دوسرا پہلے اپنے پیغمبر پر ایمان لانے کے ضمن میں۔ کیونکہ ہر پیغمبر حضورؐ کی بشارت دیتے، اور پیشگی تصدیق کرتے چلے آئے ہیں اسی لئے اُن لوگوں کو اجر بھی دو مرتبہ ملیگا باقی حدیث میں جو "ثَلٰثَۃٌ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَرَّتَیْنِ" آیا ہے اُسکی شرح کا یہاں موقع نہیں۔ ہم نے خدا کے فضل سے شرح صحیح مسلم میں اسکو تفصیل لکھا ہے اور اشکالات کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ وبہ التوفیق والعصمۃ۔
ف۶ یعنی کوئی دوسرا اُن کے ساتھ بُرائی سے پیش آئے تو یہ اُسکے جواب میں مروت و شرافت سے کام لیکر بھلائی اور احسان کرتے ہیں۔ یا یہ مطلب کہ کبھی اُن سے کوئی بُرا کام ہو جائے تو اُس کا تدارک بھلائی سے کردیتے ہیں تاکہ حسنات کا پلہ سیئات سے بھاری رہے۔
ف۷ یعنی اللہ نے جو مال حلال دیا ہے اُس میں سے زکوٰۃ دیتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں اور خویش و اقارب کی خبر لیتے ہیں۔ غرض حقوق العباد ضائع نہیں کرتے۔
ف۸ یعنی کوئی جاہل لغو وبیہودہ بات کہے تو اُس سے اُلجھتے نہیں۔ کہدیتے ہیں کہ بس صاحب! تمہاری باتوں کو ہمارا دور سے سلام۔ یہ جہالت کی لوٹ تمہی رکھو ہم کو ہمارے مشغلہ میں رہنے دو۔ تمہارا کیا تمہارے، اور ہمارا کیا ہمارے سامنے آجائیگا۔ ہم کو تم جیسے بے سمجھ لوگوں سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں۔ محمد بن اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے کہ قیام مکہ کے زمانہ میں تقریباً بیس اشخاص حبشہ سے حضورؐ کی خبر سُن کر آئے کہ تحقیق کریں کیسے شخص ہیں۔ آپ سے بات چیت کی، حضورؐ نے قرآن پڑھ کر سنایا، اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور بڑے زور سے آپ کی تصدیق کی، جب مشرف بایمان ہو کر واپس ہونے لگے تو ابوجہل وغیرہ مشرکین نے اُن پر آوازے کسے کہ ایسے احمقوں کا قافلہ آج تک کہیں نہ دیکھا ہوگا۔ جو ایک شخص کی تحقیق حال کرنے آئے تھے اور اُسکے غلام بنکر اور اپنا دین چھوڑ کر جارہے ہیں۔ انہوں نے کہا "سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَا نُجَاھِلُکُمْ لَنَا مَا نَحْنُ عَلَیْہِ وَلَکُمْ مَا اَنْتُمْ عَلَیْہِ لَمْ نَاْلُ اَنْفُسَنَا خَیْرًا" (بس ہم تم کو سلام کریں، معاف رکھو ہم تمہاری جہالت کا جواب جہالت سے دینا نہیں چاہتے، ہم اور تم میں سے جو جس حال پر ہے اُس کا وہ ہی حصہ ہے ہمنے اپنے نفس کا بھلا چاہنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی) اسی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جس جاہل سے توقع نہ ہو کہ سمجھائے پر لگیگا اُس سے کنارہ ہی بہتر ہے (موضح)
ف۹ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنے چچا (ابوطالب) کے واسطے بہت سعی کی کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لے، اُس نے قبول نہ کیا۔ اس پر یہ آیت اُتری (موضح) یعنی جس سے تم کو طبعی محبت ہو، یا دل چاہتا ہو کہ فلاں کو ہدایت ہو جائے لازم نہیں کہ ایسا ضرور ہو کر رہے۔ آپ کا کام صرف رستہ بتانا ہے آگے یہ کہ کون رستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے کون نہیں پہنچتا، یہ آپ کے قبضۂ اختیار سے خارج ہے اللہ کو اختیار ہے جسے چاہے قبول حق اور وصول الی المطلوب کی توفیق بخشے (تنبیہ) جو کچھ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ اس سے زائد اس مسئلہ میں کلام کرنا اور ابوطالب کے ایمان و کفر کو خاص موضوع بحث بنالینا غیر ضروری ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس قسم کی غیر ضروری اور پرخطر مباحث میں کف لسان کیا جائے۔ ف۱۰ یعنی کسی کو کسی شخص کے راہ پر لانے کا اختیار کیا ہوتا علم بھی نہیں

(باقی بر صفحہ ۵۲۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۲۱ - کہ کون راہ پر آنیوالا ہے یا آنے کی استعداد و لیاقت رکھتا ہے بہر حال اس آیت میں نبی کریم صلعم کی تسلی فرمادی کہ آپ جاہلوں کی لغو گوئی اور معاندانہ شور و شغب یا اپنے خاص اعزہ و اقارب کے اسلام نہ لانے سے غمگین نہ ہوں جس قدر آپ کا فرض ہے وہ ادا کئے جائیں، لوگوں کی استعدادیں مختلف ہیں، اللہ ہی کے علم و اختیار میں ہے کہ ان میں سے کسے راہ پر لایا جائے ۔

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ - انسان کو ہدایت سے روکنے والی کئی چیزیں ہیں - مثلاً نقصان جان و مال کا خوف، چنانچہ بعض مشرکین مکہ نے حضورؐ سے کہا کہ بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں، لیکن اگر ہم دین اسلام قبول کر کے آپ کے ساتھ ہو جائیں تو سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائے گا - اِرد گرد کے تمام قبائل ہم پر چڑھ دوڑینگے اور مل کر ہمارا لقمہ کرلینگے، نہ جان سلامت رہیگی نہ مال - اِس کا آگے جواب دیا ہے -

وَقَالُوٓا إِن نَّتَّبِعِ ٱلْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ
اور کہنے لگے اگر ہم راہ پر آئیں تیرے ساتھ اُچک لئے جائیں اپنے ملک سے ف۱
أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا ءَامِنًا يُجْبَىٰٓ إِلَيْهِ ثَمَرَٰتُ كُلِّ شَىْءٍ رِّزْقًا
کیا ہم نے جگہ نہیں دی اُن کو حرمت والے پناہ کے مکان میں کھنچے چلے آتے ہیں اُسکی طرف میوے ہر چیز کے روزی
مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن
ہماری طرف سے پر بہت اُن میں سمجھ نہیں رکھتے ف۲ اور کتنی غارت کردیں ہم نے
قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّنۢ
بستیاں جو اترا چلی تھیں اپنی گذران میں اب یہ ہیں اُن کے گھر آباد نہیں ہوئے اُن
بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ ٱلْوَٰرِثِينَ ﴿٥٨﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ
کے پیچھے مگر تھوڑے ف۳ اور ہم ہیں آخر کو سب کچھ لینے والے ف۴ اور تیرا رب نہیں
مُهْلِكَ ٱلْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِىٓ أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ
غارت کرنیوالا بستیوں کو جب تک نہ بھیج لے اُنکی بڑی بستی میں کسی کو پیغام دیکر جو سُنائے اُن کو
ءَايَٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى ٱلْقُرَىٰٓ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَٰلِمُونَ ﴿٥٩﴾ وَمَآ
ہماری باتیں ف۵ اور ہم ہرگز نہیں غارت کرنیوالے بستیوں کو، مگر جب کہ وہاں کے لوگ گنہگار ہوں ف۶ اور جو
أُوتِيتُم مِّن شَىْءٍ فَمَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا عِندَ
تم کو ملی ہے کوئی چیز سو فائدہ اُٹھالینا ہے دنیا کی زندگی میں اور یہاں کی رونق ہے اور جو اللہ کے
ٱللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَفَمَن وَعَدْنَٰهُ وَعْدًا
پاس ہے سو بہتر ہے اور باقی رہنے والا، کیا تم کو سمجھ نہیں ف۷ بھلا ایک شخص جس سے ہم نے وعدہ کیا ہے اچھا
حَسَنًا فَهُوَ لَٰقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَٰهُ مَتَٰعَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ثُمَّ
وعدہ سو وہ اُسکو پانیوالا ہے برابر ہے اُسکے جس کو ہم نے فائدہ دیا دنیا کی زندگانی کا پھر
هُوَ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ مِنَ ٱلْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ
وہ قیامت کے دن پکڑا ہوا آیا ف۸ اور جس دن اُنکو پکاریگا تو کہے گا

ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "مکہ کے لوگ کہنے لگے کہ ہم مسلمان ہوں تو سارے عرب ہم سے دشمنی کریں، اللہ نے فرمایا اب اُنکی دشمنی سے کس کی پناہ میں بیٹھے ہو - یہ ہی حرم کا ادب (مانع ہے کہ باوجود آپس کی سخت عداوتوں کے باہر والے چڑھائی کر کے تم کو مکہ سے نکال نہیں دیتے) وہی اللہ (جس نے اس جگہ کو حرم بنایا) تب بھی پناہ دینے والا ہے" (موضح) کیا شرک و کفر کے باوجود تو پناہ دی، ایمان و تقویٰ اختیار کرنے پر پناہ نہ دیگا - ہاں ایمان و تقویٰ کو پرکھنے کے لئے اگر چند روزہ امتحان کے طور پر کوئی بات پیش آئے تو گھبرانا نہ چاہئے "فَإِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ"۔

ف۳ یعنی عرب کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو، اللہ کے عذاب سے ڈرو، دیکھتے نہیں کتنی قومیں گذر چکی ہیں جنہیں اپنی خوش عیشی پر غرہ ہو گیا تھا - جب انہوں نے تکبر اور سرکشی اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ و برباد کر ڈالا کہ آج صفحۂ ہستی پر اُن کا نام و نشان باقی نہ رہا - یہ کھنڈر اُن کی بستیوں کے پڑے ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں بجز اس کے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر سستانے یا قدرتِ الٰہی کا عبرتناک تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں جا اترے۔

ف۴ یعنی سب مر مرا گئے کوئی وارث بھی نہ رہا - ہمیشہ رہے نام اللہ کا

ف۵ یعنی اللہ تعالیٰ اُس وقت تک بستیوں کو غارت نہیں کرتا جب تک اُن کے صدر مقام میں کوئی ہشیار کرنیوالا پیغمبر نہ بھیج دے (صدر مقام کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ وہاں کا اثر دُور تک پہنچتا ہے اور شہروں کے باشندے نسبۃً سلیم و عقیل ہوتے ہیں) تمام روئے زمین کی آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ تھا "لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا" (شوریٰ - رکوع ۱) اسی لئے وہاں سب سے بڑے اور آخری پیغمبر مبعوث ہوئے

ف۶ یعنی ہشیار کرنے پر بھی جب لوگ باز نہیں آتے، برابر ظلم و طغیان میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ پکڑ کر ہلاک کرتا ہے -

ف۷ یعنی آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنے دن جینا ہے اور یہاں کی بہار اور چہل پہل کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہو - فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے - تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جُدا کر کے رہیگا - پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے اگر وہاں کا عیش و آرام میسر ہو گیا تو یہاں کا عیش اس کے سامنے محض ہیچ اور لاشے ہے کون عقلمند ہوگا جو ایک مکدّر و منغض زندگی کو بے غل و غش زندگی پر اور ناقص و فانی لذتوں کو کامل و باقی نعمتوں پر ترجیح دے -

ف۸ یعنی مومن و کافر دونوں انجام کے اعتبار سے کس طرح برابر ہو سکتے ہیں - ایک کے لئے دائمی عیش کا وعدہ جو یقیناً پورا ہو کر رہیگا اور دوسرے کے لئے چند روزہ عیش کے بعد گرفتاری کا وارنٹ اور دائمی جیلخانہ، العیاذ باللہ ! ایک شخص خواب میں دیکھے کہ میرے سر پر تاج شاہی رکھا ہے، خدم و حشم پرے باندھے کھڑے ہیں اور الوانِ نعمت دسترخوان پر چُنے ہوئے ہیں جن سے لذت اندوز ہو رہا ہوں، آنکھ کھلی تو دیکھا انسپکٹر پولیس گرفتاری کا وارنٹ اور بیڑی ہتکڑی لئے کھڑا ہے - بس وہ پکڑ کر لے گیا اور فوراً ہی پیش ہو کر حبس دوام کی سزا مل گئی - بتلاؤ اُسے وہ خواب کی بادشاہت اور بلاؤ قورمے کی لذت کیا یاد آئے گی۔

اَیْنَ شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ

کہاں ہیں میرے شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے ف۱ بولے جن پر ثابت

عَلَیْہِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا ۚ اَغْوَیْنٰھُمْ کَمَا

ہوچکی بات اے رب یہ لوگ ہیں جن کو ہمنے بہکایا اُن کو بہکایا جیسے

غَوَیْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَیْکَ ۫ مَا کَانُوْٓا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِیْلَ

ہم آپ بہکے ہم منکر ہوئے تیرے آگے وہ ہم کو نہ پوجتے تھے ف۲ اور کہیں گے

ادْعُوْا شُرَکَآءَکُمْ فَدَعَوْھُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَھُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ

پکارو اپنے شریکوں کو پھر پکارینگے اُن کو تو وہ جواب نہ دینگے اُن کو ف۳ اور دیکھیں گے عذاب

لَوْ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَھْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَیَوْمَ یُنَادِیْھِمْ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ

کسی طرح وہ راہ پائے ہوئے ہوتے ف۴ اور جس دن اُن کو پکاریگا تو فرمائیگا کیا جواب دیا تھا تمنے

الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِیَتْ عَلَیْھِمُ الْاَنْۢبَآءُ یَوْمَئِذٍ فَھُمْ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

پیغام پہنچانیوالوں کو پھر بند ہوجائینگی اُن پر باتیں اُس دن سو وہ آپس میں بھی نہ پوچھیں گے ف۵

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ

سو جس نے کہ توبہ کی اور یقین لایا اور عمل کئے اچھے سو اُمید ہے کہ ہو

الْمُفْلِحِیْنَ ﴿۶۷﴾ وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ ؕ مَا کَانَ لَھُمُ

چھوٹنے والوں ہیں ف۶ اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے جس کو چاہے اُنکے ہاتھ میں نہیں

الْخِیَرَۃُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّکَ یَعْلَمُ

پسند کرنا ف۷ اللہ نرالا ہے اور بہت اُوپر ہے اس چیز سے کہ شریک بتلاتے ہیں ف۸ اور تیرا رب جانتا ہے

مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ

جو چھپ رہا ہے اُن کے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر میں کرتے ہیں ف۹ اور وہی اللہ ہے کسی کی بندگی نہیں اُسکے سوا

لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ ۫ وَلَہُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

اُسی کی تعریف ہے دنیا اور آخرت میں اور اُسی کے ہاتھ حکم ہے اور اُسی کے پاس پھیرے جاؤگے ف۱۰

ف۱ یعنی وہ خدائی کے حصہ دار کہاں ہیں ذرا اپنی تائید و حمایت کے لئے لاؤ تو سہی۔

ف۲ یعنی سوال تو مشرکین سے تھا، مگر بہکانے والے شرکاء سمجھ جائینگے کہ فی الحقیقت ہمیں بھی ڈانٹ بتلائی گئی ہے۔ اس لئے سبقت کر کے جواب دینگے کہ خداوندا! بیشک ہم نے ان کو بہکایا اور یہ بہکانا ایسا ہی تھا جیسے ہم خود بہکے یعنی جو ٹھوکر بہکنے کے وقت کھائی تھی اُسی کی تکمیل بہکانے سے کی۔ کیونکہ بہکانا بھی بہکنے کی انتہائی منزل ہے پس اس جرم اغواء کا تو ہمیں اعتراف ہے لیکن ان مشرکین پر کوئی جبر و اکراہ ہمارا نہ تھا کہ زبردستی اپنی بات منوالیتے فی الحقیقت اُنکی ہوا پرستی تھی جو ہمارے بہکانے میں آگئے۔ اس اعتبار سے یہ ہم کو نہیں پوجتے تھے بلکہ اپنے اہواء وظنون کی پرستش کرتے تھے ہم ان کی عبادت سے آج آپ کے سامنے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ کذا قال بعض المفسرین۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "یہ شیطان بولیں گے۔ بہکایا تو ہے انہوں نے پر نام لیکر نیکوں کا۔ اسی سے کہا کہ ہم کو نہ پوجتے تھے"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تنبیہ) "حَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ" سے مراد ہے "لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ"۔

ف۳ یعنی کہا جائیگا کہ اب مدد کو بلاؤ، مگر وہ کیا مدد کر سکتے خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہونگے۔ کذا قال المفسرون۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ شیاطین جب نیکوں کا نام لینگے تو مشرکین سے کہا جائیگا کہ اُن نیکوں کو پکارو۔ وہ کچھ جواب نہ دینگے۔ کیونکہ وہ ان مشرکانہ حرکات سے راضی نہ تھے یا خبر نہ رکھتے تھے۔

ف۴ یعنی اُس وقت عذاب کو دیکھ کر یہ آرزو کرینگے کہ کاش دنیا میں سیدھی راہ چلتے تو یہ مصیبت کیوں کھینی پڑتی۔

ف۵ پہلے سوالات توحید کے متعلق تھے، یہ سوال رسالت کی نسبت ہوا یعنی اپنی عقل سے تم نے اگر حق کو نہ سمجھا تھا تو پیغمبروں کے سمجھانے سے سمجھا ہوتا، بتلاؤ اُن کے ساتھ تم نے کیا برتاؤ کیا۔ اُس وقت کسی کو جواب نہ آئیگا۔ اور بات کرنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔

ف۶ یعنی وہاں کی کامیابی صرف ایمان و عمل صالح سے ہے۔ اب بھی جو کوئی کفر و شرک سے توبہ کر کے ایمان لایا اور نیکی اختیار کی، حق تعالیٰ اُس کی پہلی خطائیں معاف کر کے فائز المرام کریگا۔ (تنبیہ) "عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ" وعدہ ہے شہنشاہانہ انداز میں یعنی اُس کو فلاح کی اُمید رکھنا چاہئے۔ گو ہم پر کسی کا دباؤ نہیں کہ ناچار ایسا کرنے پر مجبور ہوں محض فضل و کرم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

ف۷ یعنی ہر چیز کا پیدا کرنا بھی اسی کی مشیت و اختیار سے ہے اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اُسی کو حاصل ہے۔ جو اُس کی مرضی ہو احکام بھیجے۔ جس شخص کو مناسب جانے کسی خاص منصب و مرتبہ پر فائز کرے۔ جس کسی میں استعداد دیکھے راہ ہدایت پر چلا کر کامیاب فرما دے اور مخلوقات کی ہر جنس میں سے جس نوع کو یا نوع میں سے جس فرد کو چاہے اپنی حکمت کے موافق دوسرے انواع و افراد سے ممتاز بنا دے۔ اُس کے سوا کسی دوسرے کو اس طرح کے اختیار و انتخاب کا حق حاصل نہیں۔ حافظ ابن القیمؒ نے زاد المعاد کے اوائل میں اس مضمون کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ فلیراجع۔

ف۸ یعنی تخلیق و تشریع اور اختیار مذکور میں حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں لوگوں نے اپنی تجویز و انتخاب سے جو شرکاء ٹھہرا لئے ہیں سب باطل اور بے سند ہیں۔

ف۹ یعنی دل میں جو فاسد عقیدے یا بُری نیتیں رکھتے ہیں اور زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سے جو کام کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہ ہی ہر ایک شخص کی پوشیدہ استعداد و قابلیت سے آگاہ ہے اُسی کے موافق معاملہ کریگا۔

ف۱۰ یعنی جس طرح تخلیق و اختیار اور علم محیط میں وہ منفرد ہے الوہیت میں بھی یگانہ ہے۔ بجز اُسکے کسی کی بندگی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اُسی کی ذات منبع الکمالات میں تمام خوبیاں جمع ہیں۔ دنیا اور آخرت میں جو تعریف بھی ہو خواہ وہ کسی کے نام رکھ کر کی جائے حقیقت میں اُسی کی تعریف ہے۔ اُسی کا حکم چلتا ہے اُسی کا فیصلہ ناطق ہے۔ اُسی کو اقتدار کلی حاصل ہے اور انجام کار سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ آگے بتلاتے ہیں کہ رات دن میں جس قدر نعمتیں اور بھلائیاں تم کو پہنچتی ہیں اُسی کے فضل و انعام سے ہیں بلکہ خود رات اور دن کا اَدل بَدل کرنا بھی اُس کا مستقل احسان ہے۔

ف۱ مثلاً سورج کو طلوع نہ ہونے دے یا اُس سے روشنی سلب کرے تو اپنے کاروبار کے لئے ایسی روشنی کہاں سے لا سکتے ہو۔ ف۲ یہ بات ایسی روشن اور صاف ہے کہ سنتے ہی سمجھ میں آجائے۔ تو کیا تم سنتے بھی نہیں۔ ف۳ یعنی اگر آفتاب کو غروب نہ ہونے دے ہمیشہ تمہارے سروں پر کھڑا رکھے تو جو راحت و سکون اور دوسرے فوائد رات کے آنے سے حاصل ہوتے ہیں اُن کا سامان کونسی طاقت کر سکتی ہے۔ کیا ایسی روشن حقیقت بھی تم کو نظر نہیں آتی۔ (تنبیہ) "اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" "اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا" کے مناسب ہے کیونکہ آنکھ سے دیکھنا عادۃً روشنی پر موقوف ہے جو دن میں پوری طرح ہوتی ہے۔ رات کی تاریکی میں چونکہ دیکھنے کی صورت نہیں، ہاں سُننا ممکن ہے، اس لئے "اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا" کے ساتھ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ فرمانا ہی موزوں تھا۔ واللہ اعلم۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
تو کہہ دیکھو تو اگر اللہ رکھ دے تم پر رات ہمیشہ کو قیامت کے دن تک ف۱
مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
کون حاکم ہے اللہ کے سوائے کہ لائے تم کو کہیں سے روشنی پھر کیا تم سنتے نہیں ف۲ تو کہہ دیکھو تو
اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ
اگر رکھ دے اللہ تم پر دن ہمیشہ کو قیامت کے دن تک کون حاکم ہے
غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ
اللہ کے سوائے کہ لائے تم کو رات جس میں آرام کرو پھر کیا تم نہیں دیکھتے ف۳ اور اپنی
رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ
مہربانی سے بنا دیے تمہارے واسطے رات اور دن کہ اس میں چین بھی کرو اور تلاش بھی کرو کچھ
فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ
اُس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو ف۴ اور جس دن اُن کو پکاریگا تو فرمائیگا کہاں ہیں
شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ
میرے شریک جن کا تم دعوی کرتے تھے اور جدا کرینگے ہم ہر فرقہ میں سے ایک
شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ
احوال بتلانیوالا ف۵ پھر کہیں گے لاؤ اپنی سند ف۶ تب جان لینگے کہ سچ بات ہے اللہ کی اور کھوئی جائینگی
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى
اُن سے جو باتیں وہ جوڑتے تھے ف۷ قارون جو تھا سو موسیٰ کی قوم سے
فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْۗاُ
پھر شرارت کرنے لگا اُن پر ف۸ اور ہم نے دیے تھے اُس کو خزانے اتنے کہ اُس کی کنجیاں اُٹھانے سے
بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۤ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ
تھک جاتے کئی مرد زور آور ف۹ جب کہا اُس کو اُس کی قوم نے اِترا مت اللہ کو

ف۴ یعنی رات دن کا اُلٹ پھیر کرتا رہتا ہے تا رات کی تاریکی اور خنکی میں سکون و راحت بھی حاصل کرو اور دن کے اُجالے میں کاروبار بھی جاری رکھ سکو۔ اور روز و شب کے مختلف النوع انعامات پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔

ف۵ احوال بتلانے والا پیغمبر یا اُن کے نائب یا جو نیک بخت تھے۔ (موضح) وہ بتلائیں گے کہ لوگوں نے شرائع سماویہ اور احکام الٰہیہ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔

ف۶ یعنی خدا تعالیٰ کے شریک کس سند اور دلیل سے ٹھہرائے اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کس ماخذ صحیح سے لئے تھے پیغمبروں کو تو تم نے مانا نہیں، پھر کس نے بتلایا کہ خدا کا یہ حکم ہے یہ نہیں۔

ف۷ یعنی اُس وقت نظر آجائیگا کہ سچی بات اللہ کی ہے اور معبودیت صرف اُسی کا حق ہے۔ کوئی اُس کا شریک نہیں۔ دنیا میں پیغمبر جو بتلاتے تھے وہ ہی ٹھیک ہے۔ مشرکین نے جو عقیدے گھڑ رکھے تھے اور جو باتیں اپنے دل سے جوڑی تھیں اُس روز سب کافور ہو جائینگی۔

ف۸ رکوع سابق کے آغاز میں دنیا کی بے ثباتی اور حقارت آخرت کے مقابلہ میں بیان کی گئی تھی۔ بعدہٗ ذکر آخرت کی مناسبت سے کچھ احوال عالمِ آخرت کے بیان ہوئے۔ رکوع حاضر میں پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے اور اسی دعوے کے استشہاد میں قارون کا قصہ سنایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا اور فرعون کی پیشی میں رہتا تھا، جیسا کہ ظالم حکومتوں کا دستور ہے کہ کسی قوم کا خون چوسنے کے لئے انہی میں سے بعض افراد کو اپنا آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اُس ملعون کو چن لیا تھا۔ قارون نے اُس وقت موقع پا کر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور دنیوی اقتدار حاصل کیا۔ جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے زیر حکم آئے اور فرعون غرق ہوا تو اُس کی مالی ترقی کے ذرائع مسدود ہو گئے اور سرداری جاتی رہی۔ اس حسد و غیظ میں حضرت موسیٰ سے دل میں خلش رکھنے لگا۔ تاہم ظاہر میں مومن بنا ہوا تھا، تورات بہت پڑھتا اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ مگر دل صاف نہ تھا۔ حضرت موسیٰ اور ہارون کی خداداد عزت و وجاہت دیکھ کر جلتا اور کہتا کہ آخر میں بھی اُن ہی کے چچا کا بیٹا ہوں۔ یہ کیا معنی کہ وہ دونوں تو نبی اور مذہبی سردار بن جائیں۔ مجھے کچھ بھی نہ ملے کبھی مایوس ہو کر شیخی مارتا کہ انہیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا۔ میرے پاس مال و دولت کے اتنے خزانے ہیں جو کسی کو میسر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ اب تک تو موسیٰ جو احکام لائے ہم تم نے برداشت کئے۔ مگر کیا تم یہ بھی برداشت کر لوگے کہ وہ ہمارا مال بھی ہم سے وصول کرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے اُسکی تائید میں کہا، نہیں، ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ آخر ملعون نے حضرت موسیٰ کو بدنام کرنے کی ایک گندی تجویز سوچی کسی عورت کو بہکا سکھلا کر آمادہ کیا کہ بھرے مجمع میں جب موسیٰ علیہ السلام زنا کی حدیں بیان فرمائیں تو اپنے ساتھ اُن کو متہم کرنا۔ چنانچہ عورت مجمع میں کہہ گذری جب حضرت موسیٰ نے اُس کو شدید قسمیں دیں، اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو اُس کا دل ڈرا۔ تب اُس نے صاف کہدیا کہ قارون نے مجھ کو سکھایا تھا۔ اُس وقت حضرت موسیٰ کی بددعا سے وہ مع اپنے گھر اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

ف۹ بعض سلف نے "مفاتح" کی تفسیر خزائن سے کی ہے یعنی اس قدر روپیہ تھا کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت بھی اُسے مشکل سے اُٹھا سکتی۔ لیکن اکثر مفسرین نے مفاتح کی تفسیر کنجیوں سے کی ہے یعنی مال کے صندوق اتنے تھے جن کی کنجیاں اُٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جائیں۔ اور یہ چنداں مستبعد نہیں جیسا کہ بعض تفاسیر میں اس کی صورت بتلائی گئی ہے۔

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ

نہیں بھاتے اِترانے والے ف۱ اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اُس سے کمالے پچھلا گھر ف۲

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ

اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی

اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

تجھ سے ف۳ اور مت چاہ خرابی ڈالنی ملک میں اللہ کو بھاتے نہیں

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٧٧﴾ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ

خرابی ڈالنے والے ف۴ بولا یہ مال تو مجھ کو ملا ہے ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے ف۵ کیا اُسنے یہ نہ جانا

اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ

کہ اللہ، غارت کرچکا ہے اُس سے پہلے کتنی جماعتیں جو اُس سے زیادہ رکھتی

مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٧٨﴾

تھیں زور اور زیادہ رکھتی تھیں مال کی جمع ف۶ اور پوچھے نہ جائیں گنہگاروں سے اُن کے گناہ ف۷

فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ

پھر نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنے ٹھاٹھ سے کہنے لگے جو لوگ طالب تھے

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ

دنیا کی زندگانی کے اے کاش ہم کو ملے جیسا کچھ ملا ہے قارون کو بیشک اُسکی

لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ

بڑی قسمت ہے ف۸ اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ اے خرابی تمہاری اللہ کا

اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا

دیا ثواب بہتر ہے اُنکے واسطے جو یقین لائے اور کام کیا بھلا ف۹ اور یہ بات اُنہی کے دل میں پڑتی ہے

الصّٰبِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ

جو سہنے والے ہیں ف۱۰ پھر دھسا دیا ہمنے اُس کو اور اُسکے گھر کو زمین میں پھر نہ ہوئی اُس کی

ف۱ یعنی اس فانی وزائل دولت پر کیا اتراتا ہے جس کی وقعت اللہ کے ہاں پر پشّہ کی برابر بھی نہیں۔ خوب سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ کو اکڑنے اور اترانے والے بندے اچھے نہیں معلوم ہوتے اور جو چیز اُس مالک کو نہ بھائے اُس کا نتیجہ بجز تباہی و ہلاکت کے کیا ہے۔

ف۲ یعنی خدا کا دیا ہوا مال اس لئے ہے کہ انسان اسے آخرت کا توشہ بنائے۔ نہ یہ کہ غفلت کے نشہ میں چُور ہو کر غرور و تکبر کی چال چلنے لگے۔

ف۳ یعنی حصّہ موافق کھا، پہن اور زیادہ مال سے آخرت کما۔ اور مخلوق کے ساتھ سلوک کر۔

ف۴ یعنی حضرت موسیٰ کی ضد نہ کر، خدا کی زمین پر سیدھی طرح رہ خواہ مخواہ ملک میں اودھم مچانا اور خرابیاں ڈالنا اچھا نہیں۔

ف۵ یعنی میں ہنر مند تھا۔ کمانے کا سلیقہ رکھتا تھا۔ اپنی لیاقت و قابلیت یا کسی خاص علمی مہارت سے مجھے یہ دولت حاصل ہوئی۔ اللہ نے بھی میری لیاقت کو دیکھ کر اور قابل جان کر یہ کچھ دیا ہے۔ کیا یونہی بیٹھے بٹھائے بے محنت مل گیا ہے کہ موسیٰ کے حکم اور تمہارے مشورہ کے موافق خدا کے نام پر خرچ کر ڈالوں۔

ف۶ یعنی دولت کمانے کی لیاقت کس نے دی۔ افسوس ہے مُنعمِ حقیقی کو بھول کر اُسکی دی ہوئی دولت و لیاقت پر غرّہ کرنے لگا۔ کیا اسی دولت کو اُس نے اپنی نجات کا ضامن تصوّر کر رکھا ہے۔ اُسے معلوم نہیں کتنی جماعتیں اپنی شرارت و سرکشی کی بدولت پہلے تباہ کی جا چکی ہیں۔ جن کے پاس بادشاہتیں تھیں۔ اور اس ملعون سے زیادہ خزانوں اور لشکروں کے مالک تھے۔ اُن کا انجام سُن کر اسے عبرت نہ ہوئی۔

ف۷ یعنی پُوچھنے کی ضرورت کیا ہو گی۔ اللہ کو اُن کے گناہ ایک ایک کر کے معلوم ہیں فرشتوں کے ہاں سب لکھے ہوئے ہیں، ہاں بطور توبیخ و تقریع اگر کسی وقت سوال ہو وہ دوسری بات ہے۔ یا یہ کنایہ ہے گناہوں کی کثرت سے۔ یعنی اتنی تعداد میں ہونگے کہ ایک ایک جزئی کی پوچھ پاچھ کی ضرورت نہ رہیگی۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "پوچھے نہ جائینگے گناہ، یعنی گناہگار کی سمجھ درست ہو تو گناہ کیوں کرے۔ جب سمجھ الٹی پڑے تو الزام دینے سے کیا فائدہ کہ یہ بُرا کام کیوں کرتا ہے اس کی بُرائی نہیں سمجھتا۔" (موضح)

ف۸ یعنی لباس فاخرہ پہن کر بہت سے خدم و حشم کے ساتھ بڑی شان و شکوہ اور ٹیپ ٹاپ سے نکلا، جسے دیکھ کر طالبین دنیا کی آنکھیں چُندھیا گئیں۔ کہنے لگے کاش ہم بھی دنیا میں ایسی ترقی اور عروج حاصل کرتے جو اس کو حاصل ہوا۔ بیشک یہ بڑا ہی صاحبِ اقبال اور بڑی قسمت والا ہے۔

ف۹ یعنی سمجھدار اور ذی علم لوگوں نے کہا کہ کمبختو! اس فانی چمک دمک میں کیا رکھا ہے جو ریجھے جاتے ہو۔ مومنین صالحین کو اللہ کے ہاں جو دولت ملنے والی ہے اُسکے سامنے یہ ٹیپ ٹاپ محض ہیچ اور لاشے ہے اتنی بھی نسبت نہیں جو ذرّہ کو آفتاب سے ہوتی ہے۔

ف۱۰ یعنی دنیا سے آخرت کو بہتر وہ ہی جانتے ہیں جن سے محنت سہی جاتی ہے۔ اور بے صبر لوگ حرص کے مارے دنیا کی آرزو پر گرتے ہیں۔ نادان آدمی دنیا کی آسودگی دیکھ کر سمجھتا ہے کہ اُسکی بڑی قسمت ہے اُس کی شب و روز کی فکر و تشویش، درد سری اور آخرت کی ذلت کو اور سو جگہ خوشامد کرنے کو نہیں دیکھتا اور یہ نہیں دیکھتا کہ دنیا میں کچھ آرام ہے تو دس بیس برس، اور مرنے کے بعد کاٹنے ہیں ہزاروں برس۔ (موضح بتغییر یسیر)

ف۱ یعنی نہ کوئی دوسرا اپنی طرف سے مدد کو پہنچا، نہ یہ کسی کو بلا سکا۔ نہ اپنی ہی قوت کام آئی نہ دوسروں کی۔ ف۲ یعنی جو لوگ قارون کی ترقی و ترفع کو دیکھ کر کل یہ آرزو کر رہے تھے کہ کاش ہمکو بھی ایسا عروج حاصل ہوتا آج اُس کا یہ بُرا انجام دیکھ کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ اب اُن کو ہوش آیا کہ ایسی دولت حقیقت میں ایک خوبصورت سانپ ہے جس کے اندر مہلک زہر بھرا ہوا ہے کسی شخص کی دنیوی ترقی و عروج کو دیکھ کر ہم کو ہرگز یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہئے کہ اللہ کے ہاں وہ کچھ عزت و وجاہت رکھتا ہے۔ یہ چیز کسی بندے کے مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جس پر مناسب جانے روزی کے دروازے کھول دے جس پر چاہے تنگ کر دے۔ مال و دولت کی فراخی مقبولیت اور خوش انجامی کی دلیل نہیں۔ بلکہ بسا اوقات اُس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے سچ ہے ؎

کَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ اَعْیَتْ مَذَاهِبُهٗ ۔ کَمْ جَاهِلٍ جَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوْقًا
هٰذَا الَّذِیْ تَرَكَ الْاَوْهَامَ حَائِرَةً ۔ وَصَیَّرَ الْعَالِمَ النِّحْرِیْرَ زِنْدِیْقًا

مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ
کوئی جماعت جو مدد کرتی اُس کی اللہ کے سوائے اور نہ وہ
الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ
خود مدد لا سکا ف۱ اور فجر کو لگے کہنے جو کل شام آرزو کرتے تھے اُس کا سا
يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ
درجہ ارے خرابی یہ تو اللہ کھول دیتا ہے روزی جس کو چاہے اپنے
عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ
بندوں میں اور تنگ کر دیتا ہے ف۲ اگر نہ احسان کرتا ہم پر اللہ تو ہم کو بھی دھنسا دیتا
وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
ارے خرابی یہ تو چھٹکارا نہیں پاتے منکر ف۳ وہ گھر پچھلا ہے
نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ
ہم دینگے وہ اُن لوگوں کو جو نہیں چاہتے اپنی بڑائی ملک میں اور نہ بگاڑ ڈالنا
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ
اور عاقبت بھلی ہے ڈرنے والوں کی ف۴ جو لے کر آیا بھلائی اُسکو ملنا ہے اُس سے بہتر ف۵
وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ
اور جو کوئی لے کر آیا بُرائی سو بُرائیاں کرنے والے اُن کو وہی سزا ملے گی
اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ
جو کچھ کرتے تھے ف۶ جس نے حکم بھیجا تجھ پر قرآن کا
لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى
وہ پھیر لانے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ ف۷ تو کہہ میرا رب خوب جانتا ہے کون لایا ہے راہ کی سوجھ
وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى
اور کون پڑا ہے صریح گمراہی میں ف۸ اور تو توقع نہ رکھتا تھا کہ اُتاری جائے

ف۳ یعنی خدا تعالیٰ کا احسان ہے اُس نے ہم کو قارون کی طرح نہ بنایا، ورنہ یہ ہی گت ہماری بنتی، اپنی طرف سے تو ہم حرص کے مارے "یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ" کی آرزو کر ہی چکے تھے۔ خدا نے خیر کی کہ ہماری آرزو کو پورا نہ کیا۔ اور نہ ہماری حرص پر سزا دی۔ بلکہ قارون کا حشر آنکھوں سے دکھلا کر بیدار فرما دیا، اب ہمیں خوب کھل گیا کہ محض مال و زر کی ترقی سے حقیقی فلاح و کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، اور یہ کہ ناشکر گذار منکروں کے لئے عذاب الٰہی سے چھٹکارا نہیں۔

ف۴ یعنی قارون کی دولت کو نادانوں نے کہا کہ اس کی بڑی قسمت ہے بڑی قسمت یہ نہیں، آخرت کا ملنا بڑی قسمت ہے۔ سو وہ اُنکے لئے ہے جو اللہ کے ملک میں شرارت کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے اور اس فکر میں نہیں رہتے کہ اپنی ذات کو سب سے اونچا رکھیں۔ بلکہ تواضع و انکسار اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اُنکی کوشش بجائے اپنی ذات کو اونچا رکھنے کے یہ ہوتی ہے کہ اپنے دین کو اونچا رکھیں حق کا بول بالا کریں اور اپنی قوم مسلم کو اُبھالنے اور سر بلند کرنے میں پوری ہمت صرف کر ڈالیں۔ وہ دنیا کے حریص نہیں ہوتے۔ آخرت کے عاشق ہوتے ہیں۔ دنیا خود اُن کے قدم لیتی ہے۔ اب سوچ لو کہ دنیا کا مطلوب کیا دنیا کے طالب سے اچھا نہیں ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ لو وہ سب سے زیادہ تارک الدنیا تھے مگر متروک الدنیا نہ تھے۔ بہرحال مومن کا مقصد اصلی آخرت ہے۔ دنیا کا جو حصہ اس مقصد کا ذریعہ بنے وہ ہی مبارک ہے ورنہ ہیچ۔

ف۵ یعنی جو بھلائی یہاں کریگا اُس سے کہیں بہتر بھلائی وہاں کیجائیگی۔ ایک نیکی کا جو مقتضیٰ ہو گا کم از کم اُس سے دس گنا ثواب پائیگا۔

ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں نیکی پر وعدہ دیا نیکی کا، وہ یقیناً ملنا ہے، اور بُرائی پر بُرائی کا وعدہ نہیں فرمایا کہ ضرور مل کر رہیگی کیونکہ ممکن ہے معاف ہو جائے۔ ہاں یہ فرما دیا کہ اپنے کئے سے زیادہ سزا نہیں ملتی۔

ف۷ پہلے فرمایا تھا "وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ" کہ انجام بھلا پرہیزگاروں کا ہے یعنی آخرت میں جیسا کہ اُوپر معلوم ہوا۔ اب بتلاتے ہیں کہ دنیا میں بھی آخری فتح ان ہی کی ہوتی ہے۔ دیکھو آج کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آکر تم کو مکّہ چھوڑنا پڑا ہے۔ مگر جس خدا نے آپ کو پیغمبر بنایا اور قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی وہ یقیناً آپ کو نہایت کامیابی کے ساتھ اسی جگہ واپس لائیگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ آیت اُتری ہجرت کے وقت، یہ تسلّی فرما دی کہ پھر مکّہ میں آؤ گے۔ سو خوب طرح آئے پورے غالب ہو کر"۔ بعض مفسرین نے "معاد" سے مُراد موت لی ہے، بعض نے آخرت بعض نے جنت، بعض نے سرزمین شام جہاں پہلے ایک مرتبہ آپ شب معراج میں تشریف لے گئے تھے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے ان اقوال میں بہت عمیق و لطیف تطبیق دی یعنی "معاد" سے مراد اس جگہ مکّہ معظمہ ہو (کما فی البخاری) مگر فتح مکّہ علامت تھی قرب اجل کی جیسا کہ ابن عباس اور عمر رضی اللہ عنہما نے "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ آگے اجل کے بعد "حشر"، "حشر" کے بعد "آخرۃ" اور آخرت کی انتہائی منزل جنت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اول آپ کو نہایت شاندار طریقہ سے لوٹا کر لائیگا مکّہ میں، اُس کے چند روز بعد اجل واقع ہو گی، پھر ارض شام کی طرف حشر ہو گا (جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے) پھر آخرت میں بڑی شان و شکوہ سے تشریف لائینگے اور اخیر میں جنت کے سب سے اعلیٰ مقام پر ہمیشہ کے لئے پہنچ جائینگے۔

ف۸ یعنی حق تعالیٰ میری ہدایت اور مکذبین و معاندین کی گمراہی کو خوب جانتا ہے یقیناً وہ ہر ایک کے ساتھ اُن کے احوال کے موافق معاملہ کریگا۔ نہیں ہو سکتا کہ میری کوششوں کو ضائع کر دے، یا گمراہوں کو رسوا نہ کرے۔

اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا
تجھ پر کتاب مگر مہربانی سے تیرے رب کی ف۱ سو تو مت ہو مدد گار
لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ
کافروں کا ف۲ اور نہ ہو کہ وہ تجھ کو روک دیں اللہ کے حکموں سے بعد اس کے کہ اُتر چکے
اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾
تیری طرف اور بُلا اپنے رب کی طرف اور مت ہو شریک والوں میں ف۳
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ
اور مت پکار اللہ کے سوائے دوسرا حاکم ف۴ کسی کی بندگی نہیں اُسکے سوائے ہر چیز
هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾
فنا ہے مگر اُس کا مُنہ ف۵ اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے ف۶

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ
سورۂ عنکبوت مکّہ میں نازل ہوئی اس کی اُنہتّر آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ
کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور
هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
اُن کو جانچ نہ لیں گے ف۷ اور ہم نے جانچا ہے اُن کو جو اُن سے پہلے تھے ف۸
فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾
سو البتہ معلوم کریگا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کریگا جھوٹوں کو ف۹
اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا
کیا یہ سمجھتے ہیں جو لوگ کہ کرتے ہیں بُرائیاں کہ ہم سے بچ جائیں

ف۱ یعنی آپ پہلے سے کچھ پیغمبری کے منتظر نہ تھے محض رحمت و موہبت الٰہیہ ہے جو حق تعالیٰ نے پیغمبری اور وحی سے سرفراز فرمایا۔ وہ ہی اپنی مہربانی اور رحمت سے دُنیا و آخرت میں کامیاب فرمائیگا لہٰذا اسی کی امداد پر ہمیشہ بھروسہ رکھیئے۔

ف۲ حضرت شاہ صاحب رحؒ لکھتے ہیں یعنی اپنی قوم کو اپنا نہ سمجھ جنہوں نے تجھ سے یہ بدی کی (کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا) اب جو تیرا ساتھ دے وہ ہی اپنا ہے۔

ف۳ یعنی دین کے کام میں اپنی قوم کی خاطر اور رعایت نہ کیجئے اور نہ آپ کو اُن میں گنیئے گو کہ اپنے قرابتدار ہوں۔ ہاں اُن کو اپنے رب کی طرف بُلاتے رہیئے اور خدا کے احکام پر جمے رہیئے۔

ف۴ یہ آپ کو خطاب کر کے دوسروں کو سُنایا۔ اُوپر کی آیتوں میں بھی بعض مفسّرین ایسا ہی لکھتے ہیں۔

ف۵ یعنی ہر چیز اپنی ذات سے معدوم ہے اور تقریباً تمام چیزوں کو فنا ہونا ہے، خواہ کبھی ہو۔ مگر اُس کا منہ یعنی وہ آپ نہ کبھی معدوم تھا، نہ کبھی فنا ہو سکتا ہے۔ سچ ہے۔ ع "اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ"۔ قَالَ تعالیٰ "کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ" اور بعض سلف نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ سارے کام مٹ جانیوالے اور فنا ہو جانیوالے ہیں بجز اس کام کے جو خالصاً لوجہ اللہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف۶ یعنی سب کو اُس کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں تنہا اسی کا حکم چلیگا۔ صورۃً و ظاہراً بھی کسی کا حکم و اقتدار باقی نہ رہیگا۔ اے اللہ اُس وقت اس گنہگار بندہ پر رحم فرمایئے اور اپنے غضب سے پناہ دیجئے۔ (تم سورۃ القصص وللہ الحمد والمنۃ)

ف۷ یعنی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنا کچھ سہل نہیں جو دعویٰ کرے امتحان و ابتلار کے لئے تیار ہو جائے یہ ہی کسوٹی ہے جس پر کھرا کھوٹا کسا جاتا ہے حدیث میں ہے کہ سب سے سخت امتحان انبیار کا ہے، اُن کے بعد صالحین کا، پھر درجہ بدرجہ اُن لوگوں کا جو اُن کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں۔ نیز امتحان آدمی کا اُس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتا ہے۔ جس قدر کوئی شخص دین میں مضبوط اور سخت ہوگا اُسی قدر امتحان میں سختی کیجائیگی۔

ف۸ یعنی پہلے نبیوں کے متبعین بڑے بڑے سخت امتحانوں میں ڈالے جا چکے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں فریاد کی کہ حضرت! ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیجئے اور دعار فرمایئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرکین مکّہ نے مسلمانوں پر سختی اور ظلم و ستم کی انتہار کر رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک (زندہ) آدمی کو زمین کھود کر (کھڑا) گاڑ دیا جاتا تھا۔ پھر اُس کے سر پر آرہ چلا کر بیچ سے دو ٹکڑے کر دیتے تھے، بعضوں کے بدن میں لوہے کی کنگھیاں پھرا کر چمڑا اور گوشت اُدھیڑ دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ سختیاں اُن کو دین سے نہ ہٹا سکیں۔

ف۹ یعنی اللہ تعالیٰ علانیہ ظاہر کر دیگا اور دیکھ لیگا کہ دعوئے ایمان میں کون سچا نکلتا ہے اور کون جھوٹا، اُسی کے موافق ہر ایک کو جزا دی جائیگی۔ (تنبیہ) "فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ" الخ سے جو حدوث علمِ باری کا وہم ہوتا ہے اُس کا نہایت محققانہ جواب مترجم علاّم قدس سرّہ نے دیا ہے۔ ملاحظہ کیا جائے پارۂ دوم رکوع اوّل "اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ" کے تحت میں۔ ہم نے یہاں اُن توجیہات کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو مفسّرین نے لکھی ہیں۔

سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۴ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ
بُری بات طے کرتے ہیں ف۱ جو کوئی توقع رکھتا ہے اللہ کی ملاقات کی سو

اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۵ وَمَنْ جَاهَدَ
اللہ کا وعدہ آ رہا ہے اور وہ ہے سننے والا جاننے والا ف۲ اور جو کوئی محنت اُٹھائے

فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۶
سو اُٹھاتا ہے اپنے ہی واسطے اللہ کو پروا نہیں جہان والوں کی ف۳

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ
اور جو لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام ہم اُتار دینگے اُن پر سے

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۷
بُرائیاں اُن کی اور بدلہ دینگے اُن کو بہتر سے بہتر کاموں کا ف۴

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ
اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی سے رہنے کی اور اگر وہ تجھ سے زور کریں

لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
کہ تو شریک کرے میرا جس کی تجھ کو خبر نہیں ف۵ تو اُن کا کہنا مت مان ف۶ مجھی تک پھر آنا ہے تم کو

فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۸ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
سو میں بتلا دونگا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ف۷ اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے

الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۹ وَمِنَ النَّاسِ
کام کئے ہم اُن کو داخل کریں گے نیک لوگوں میں ف۸ اور ایک وہ لوگ ہیں

مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ
کہ کہتے ہیں یقین لائے ہم اللہ پر پھر جب اُس کو ایذاء پہنچے اللہ کی راہ میں کرنے لگے لوگوں

النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ
کے ستانے کو برابر اللہ کے عذاب کی ف۹ اور اگر آ پہنچے مدد تیرے رب کی طرف سے

ف۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "پہلی دو آیتیں مسلمانوں کے متعلق تھیں جو کافروں کی ایذاؤں میں گرفتار تھے، اور یہ آیت اُن کافروں سے متعلق ہے جو مسلمانوں کو ستا رہے تھے۔" (موضح) یعنی مومنین کے امتحانات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ ہم مزے سے ظلم کرتے رہینگے اور سختیوں سے بچے رہینگے۔ وہ ہم سے بچ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ جو سخت ترین سزا ان کو ملنے والی ہے اُسکے سامنے مسلمانوں کے امتحان کی سختی کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اگر اس وقت کی عارضی مہلت سے انہوں نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ ہم ہمیشہ مامون رہینگے اور سزا دہی کے وقت خدا کے ہاتھ نہ آئینگے تو حقیقت میں بہت ہی بُری بات طے کی ایسا احمقانہ فیصلہ آنیوالی مصیبت کو روک نہیں سکتا۔

ف۲ یعنی جو شخص اس توقع پر سختیاں اُٹھا رہا ہے کہ ایک دن مجھے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں بات بات پر پکڑ ہوگی۔ ناکامیاب ہوا تو یہاں کی سختیوں سے کہیں بڑھ کر سختیاں جھیلنی پڑینگی اور کامیاب رہا تو ساری کلفتیں دُھل جائینگی اللہ کی خوشنودی اور اُس کا دیدار نصیب ہوگا۔ ایسا شخص یاد رکھے کہ اللہ کا وعدہ آ رہا ہے، کوئی طاقت اُسے پھیر نہیں سکتی۔ اس کی اعلیٰ توقعات پوری ہو کر رہینگی اور اُس کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کی جائینگی۔ اللہ سب کی باتیں سُنتا اور جانتا ہے کسی کی محنت رائیگاں نہ کریگا۔

ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کی طاعت سے کیا نفع اور معصیت سے کیا نقصان۔ وہ تو کُلی طور پر بے نیاز ہے۔ ہاں بندہ اپنے پروردگار کی طاعت میں جس قدر محنت اٹھائیگا اس کا پھل دنیا و آخرت میں اسی کو ملیگا، پس مجاہدے کرنیوالے یہ خیال کبھی نہ آنے دیں کہ ہم خدا کے رستہ میں اتنی محنت کر کے کچھ اُس پر احسان کر رہے ہیں؟ (العیاذ باللہ) اُس کا احسان ہے کہ خود تمہارے فائدہ کے لئے طاعت و ریاضت کی توفیق بخشے ؎

من نہ کردم خلق تا سُودے کنم   بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

ف۴ یعنی جہان سے بے پروا اور بے نیاز ہونے کے باوجود اپنی رحمت و شفقت سے تمہاری محنت کو ٹھکانے لگاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی ایمان کی برکت سے نیکیاں ملیں گی اور بُرائیاں معاف ہونگی۔" (موضح القرآن)

ف۵ یعنی تمام کائنات میں ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں جو خدا کی شریک ہو سکے۔ پھر اُس کی خبر کسی کو کہاں سے ہوتی۔ جو لوگ شرکاء ٹھہراتے ہیں محض جاہلانہ اوہام اور بے سند خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔ واقع کی خبر اُنہیں کچھ بھی نہیں۔

ف۶ دنیا میں ماں باپ سے زیادہ حق کسی کا نہیں۔ پر اللہ کا حق اُن سے زیادہ ہے۔ اُن کی خاطر دین نہ چھوڑے۔ (موضح) حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی والدہ نے جو مشرکہ تھی بیٹے کے اسلام کی خبر سُن کر عہد کیا کہ دانہ پانی کچھ نہ چکھونگی نہ چھت کے نیچے آرام کرونگی، تاوقتیکہ سعد (معاذ اللہ) اسلام سے نہ پھر جائے چنانچہ کھانا پینا ترک کر دیا اور بالکل نڈھال ہو گئی۔ لوگ زبردستی مُنہ چیر کر کھانا پانی دیتے تھے۔ اُس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ گویا بتلا دیا کہ والدین کا اس طرح خلاف حق پر مجبور کرنا یہ بھی ایک ابتلاء و امتحان ہے، چاہیئے کہ مومن کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہو۔

ف۷ یعنی سب کو عدالت میں حاضر ہونا ہے اُس وقت بتلا دیا جائیگا کہ اولاد اور والدین میں سے کس کی زیادتی تھی اور کون حق پر تھا۔

ف۸ یعنی جو اس قسم کی زبردست رکاوٹوں کے باوجود بھی ایمان اور نیکی کی راہ پر قائم رہے حق تعالیٰ اُن کا حشر اپنے خاص نیک بندوں میں کریگا۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں یعنی اولاد نے اگر ناحق بات میں والدین کا کہنا نہ مانا اور والدین ناحق پر قائم رہے تو اولاد کا حشر صالحین کے زمرہ میں ہوگا، اُن والدین کے زمرہ میں نہ ہوگا گو طبعی و نسبی تعلقات کی بنا پر وہ اُس سے سب سے زیادہ قریب تھے معلوم ہوا "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" میں حُب دینی مُراد ہے، حُب طبعی مراد نہیں۔

ف۹ یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے جو زبان سے اپنے کو مومن کہتے تھے مگر دلوں میں ایمان راسخ نہیں تھا۔ اُن کو جہاں اللہ کے راستہ میں کوئی تکلیف پہنچی یا دین کی وجہ سے لوگوں نے ستایا تو اس آزمائش کو خدائی عذاب سمجھنے لگے جس طرح آدمی عذاب الٰہی سے گھبرا کر جان بچانا چاہتا اور اپنے پہلے دعووں سے دستبردار ہونے لگتا ہے اور ناچار اعتراف کرتا ہے کہ میں غلطی پر تھا، یہی حال اُن ضُعفاء القلوب کا ہے۔ جہاں دین کے معاملہ میں کوئی سختی پہنچی بس گھبرا کر دعوئے ایمان سے دستبردار ہونا شروع کر دیا اور زبان سے یا عمل سے گویا اقرار کرنے لگے کہ ہم اس دعوے میں غلطی پر تھے یا ایسا دعویٰ کیا ہی نہ تھا۔

ف۱ یعنی اگر مسلمانوں کی کوئی کامیابی اور عروج دیکھیں تو باتیں بنانے لگیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے اور اب بھی تمہارے اسلامی بھائی ہیں خصوصاً اگر مسلمانوں کو فتح ہو اور فرض کیجئے یہ لوگ کفار کا ساتھ دیتے ہوئے اُن کے ہاتھ میں قید ہو جائیں، پھر تو نفاق وتملق کی کوئی حد نہ رہے۔ ف۲ یعنی جیسے کچھ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اللہ کو سب معلوم ہے۔ کیا زبانی دعوے کر کے اللہ سے اپنے دلوں کا حال چھپا سکتے ہیں؟ ف۳ یعنی معلوم تو اُسے پہلے ہی سے سب کچھ ہے لیکن اب تمہارے اعمال وافعال کو دیکھ لیگا کہ کون اپنے کو سچا مومن ثابت کرتا ہے اور کون جھوٹا دغاباز منافق ہے (تنبیہ) اس قسم کے مواضع میں "لَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ" کے معنی "لَیَرَیَنَّ اللّٰہُ" کے لینا ابن عباسؓ سے منقول ہے کما فی تفسیر ابن کثیرؒ۔

لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَ لَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ
تو کہنے لگیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ف۱ کیا یہ نہیں کہ اللہ خوب خبردار ہے جو کچھ سینوں میں ہے
الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۰ وَ لَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ۝۱۱
جہان والوں کے ف۲ اور البتہ معلوم کریگا اللہ اُن لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اور البتہ معلوم کریگا جو لوگ دغاباز ہیں ف۳
وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَ لْنَحْمِلْ
اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو تم چلو ہماری راہ اور ہم اُٹھالیں
خَطٰیٰكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّهُمْ
تمہارے گناہ ف۴ اور وہ کچھ نہ اُٹھائیں گے اُن کے گناہ بیشک وہ
لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۲ وَ لَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ٘ وَ
جھوٹے ہیں اور البتہ اٹھائیں گے اپنے بوجھ اور کتنے بوجھ ساتھ اپنے بوجھ کے ف۵ اور
لَیُسْـَٔلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝۱۳ ع وَ لَقَدْ
البتہ اُن سے پوچھ ہوگی قیامت کے دن جو باتیں کہ جھوٹ بناتے تھے ف۶ اور
اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ
ہم نے بھیجا نوح کو اُس کی قوم کے پاس پھر رہا اُن میں ہزار برس
اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۴
پچاس برس کم ف۷ پھر پکڑا اُن کو طوفان نے اور وہ گنہگار تھے ف۸
فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝۱۵
پھر بچا دیا ہم نے اُس کو اور جہاز والوں کو ف۹ اور رکھا ہمنے جہاز کو نشانی جہان والوں کے واسطے ف۱۰
وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ
اور ابراہیم کو جب کہا اُس نے اپنی قوم کو بندگی کرو اللہ کی اور ڈرتے رہو اُس سے یہ
خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۶ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو تم تو پوجتے ہو اللہ کے سوائے

ع ۱۴

ف۴ یعنی مسلمان کو چاہیئے ایمان پر مضبوط رہے، نہ کوئی تکلیف وایذاء دہی اُس کو طریق استقامت سے ہٹا سکے اور نہ کفار کی احمقانہ استمالت سے متاثر ہو، مثلاً کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم اسلام چھوڑ کر پھر اپنی برادری میں آملو اور ہماری راہ پر چلو، تمام تکلیفوں اور ایذاؤں سے بچ جاؤ گے مفت میں کیوں مصیبتیں جھیل رہے ہو۔ اور اگر ایسا کرنے میں گناہ سمجھتے اور مواخذہ کا اندیشہ رکھتے ہو تو خدا کے ہاں بھی ہمارا نام لے دینا کہ انہوں نے ہم کو یہ مشورہ دیا تھا۔ اگر ایسی صورت پیش آئی تو ساری ذمہ داری ہم اُٹھا لینگے، اور تمہارے گناہ کا بوجھ اپنے سر رکھ لینگے کما قال الشاعر۔

ع تو مشق ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر۔

ف۵ یعنی جھوٹے ہیں، تمہارا بوجھ رتی برابر بھی ہلکا نہیں کر سکتے۔ ہاں اپنا بوجھ بھاری کر رہے ہیں۔ ایک تو اُن کے ذاتی گناہوں کا بار تھا، اب دوسروں کے اغواء واضلال کے بار نے اُس میں مزید اضافہ کر دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "کوئی چاہے کہ رفاقت کر کے کسی کے گناہ اپنے اُوپر لے لے، یہ نہیں ہوگا۔ مگر جس کو گمراہ کیا اور اُس کے بہکانے سے اُس نے گناہ کیا، وہ گناہ اس پر بھی اور اُس پر بھی"۔ (موضح) جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں جو کوئی کسی کو ناحق قتل کرے اُسکے گناہ کا حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کو پہنچتا ہے جس نے اوّل یہ بُری راہ نکالی۔

ف۶ یعنی جو جھوٹی باتیں بناتے ہیں کہ ہم تمہارا بوجھ اُٹھا لینگے، یہ خود مستقل گناہ ہے جس پر ماخوذ ہونگے۔ آگے چند قصص کے ضمن میں متنبہ کیا گیا ہے کہ سچوں کے مقابلہ میں ہمیشہ سے جھوٹے اغواء اور شرارت کرتے رہے ہیں اور سچوں کو مدتوں تک امتحان وابتلاء کے دور میں سے گذرنا پڑا ہے۔ مگر آخری نتیجہ اُنہی کے حق میں بہتر ہوا، منکر اور شریر لوگ خائب وخاسر رہے سچے کامیاب وسربلند ہوئے۔ اشقیاء کے تمام مکائد تار عنکبوت سے زیادہ ثابت نہ ہوئے۔

ف۷ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت نوحؑ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ ساڑھے نوسو برس دعوت وتبلیغ اور سعی واصلاح میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا، طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اس طرح کل عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔

ف۸ یعنی جب گناہوں اور شرارتوں سے باز نہ آئے تو طوفان نے سب کو گھیر لیا۔ بجز چند نفوس کے سب ہلاک ہو گئے۔

ف۹ یعنی جو آدمی یا جانور جہاز پر سوار تھے اُن کو نوح علیہ السلام کی معیت میں ہم نے محفوظ رکھا۔ سورۂ "ہود" میں یہ قصہ مفصل گذر چکا۔

ف۱۰ کہتے ہیں حضرت نوحؑ کا جہاز مدت دراز تک "جودی" پر لگا رہا تا دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہو اور اب جو جہاز اور کشتیاں موجود ہیں یہ بھی ایک نشانی ہے جسے دیکھ کر سفینۂ نوحؑ کی یاد تازہ ہوتی اور قدرتِ الٰہی کا نمونہ نظر آتا ہے۔ یا شاید یہ مُراد ہو کہ کشتی کے اس قصہ کو ہم نے ہمیشہ کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس وقت یہ سورۃ اتری ہے حضرت کے بہت سے اصحاب کافروں کی ایذاؤں سے تنگ آ کر جہاز پر سوار ہو کر ملک حبشہ کی طرف گئے تھے، جب حضرتؐ مدینہ ہجرت کر آئے تب وہ جہاز والے صحابہ بھی سلامتی سے آملے"۔ (موضح بتغییر یسیر) گویا نوحؑ وسفینۂ نوحؑ کی تاریخ اس رنگ میں دہرائی گئی۔

اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
یہی بتوں کے تھان اور بناتے ہو جھوٹی باتیں ف۱ بیشک جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے

اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ
سوائے وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہاں روزی

وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا
اور اُس کی بندگی کرو اور اُس کا حق مانو اُسی کی طرف پھر جاؤ گے ف۲ اور اگر تم جھٹلاؤ گے

فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ
تو جھٹلا چکے ہیں بہت فرقے تم سے پہلے اور رسول کا ذمہ تو بس یہی ہے

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ
پیغام پہنچا دینا کھول کر ف۳ کیا دیکھتے نہیں کیونکر شروع کرتا ہے اللہ

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ
پیدائش کو پھر اُس کو دہرائیگا ف۴ یہ اللہ پر آسان ہے ف۵ تو کہہ

سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ
ملک میں پھرو پھر دیکھو کیونکر شروع کیا ہے پیدائش کو پھر

اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
اللہ اُٹھائیگا پچھلا اُٹھان ف۶ بیشک اللہ ہر چیز

قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ
کر سکتا ہے دُکھ دیگا جس کو چاہے اور رحم کریگا جس پر چاہے ف۷ اور اُسی کی طرف

تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى
پھر جاؤ گے اور تم عاجز کرنے والے نہیں زمین میں اور نہ

السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ ع
آسمان میں اور کوئی نہیں تمہارا اللہ سے ورے حمایتی اور نہ مددگار ف۸

ف۱ یعنی جھوٹے عقیدے تراشتے ہو اور جھوٹے خیالات و اوہام کی پیروی کرتے ہو، چنانچہ اپنے ہاتھوں سے یہ بُت بنا کر کھڑے کر لیے ہیں جنہیں جھوٹ موٹ خدا کہنے لگے۔

ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اکثر خلق روزی کے پیچھے ایمان دیتی ہے۔ سو جان رکھو کہ اللہ کے سوا روزی کوئی نہیں دیتا وہی دیتا ہے اپنی خوشی کے موافق"۔ لہٰذا اُس کے شکر گذار بنو اور اسی کی بندگی کرو۔ وہیں تم کو لوٹ کر جانا ہے، آخر اُس وقت کیا منہ دکھاؤ گے۔

ف۳ یعنی جھٹلانے سے میرا کچھ نہیں بگڑتا، میں صاف صاف تبلیغ و نصیحت کر کے اپنا فرض ادا کر چکا، بھلا بُرا سمجھا چکا، نہ مانو گے نقصان اُٹھاؤ گے جیسے "عاد" و "ثمود" وغیرہ تم سے پہلے اُٹھا چکے ہیں۔

ف۴ یعنی خود اپنی ذات میں غور کرو، پہلے تم کچھ نہ تھے، اللہ نے تم کو پیدا کیا اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دیگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "شروع تو دیکھتے ہو، دوہرانا اسی سے سمجھ لو"۔

ف۵ یعنی اللہ کے نزدیک تو کوئی چیز بھی مشکل نہیں۔ البتہ تمہارے سمجھنے کی بات ہے کہ جس نے بدون نمونہ کے اول ایک چیز کو بنایا، نمونہ قائم ہونے کے بعد بنانا تو اور زیادہ آسان ہونا چاہیے۔

ف۶ یعنی اپنی ذات کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پیدائش میں بھی غور کرو اور چل پھر کر دیکھو کہ کیسی کیسی مخلوق خدا نے پیدا کی ہے۔ اسی پر دوسری زندگی کو قیاس کر لو۔ اُس کی قدرت اب کچھ محدود تو نہیں ہو گئی۔

ف۷ یعنی دوبارہ پیدا کر کے جسے اپنی حکمت کے موافق چاہیگا سزا دیگا اور جس پر چاہیگا اپنے فضل و کرم سے مہربانی فرمائیگا۔

ف۸ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ سزا دینا چاہے وہ نہ زمین کے سوراخوں میں گھس کر سزا سے بچ سکتا ہے نہ آسمان میں اڑ کر، کوئی بلندی یا پستی خدا کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتی نہ کوئی طاقت اُس کی حمایت اور مدد کو پہنچ سکتی ہے۔

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَلِقَآئِہٖۤ اُولٰٓئِکَ یَئِسُوۡا

اور جو لوگ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے اور اُس کے ملنے سے وہ نا اُمید ہوئے

مِنۡ رَّحۡمَتِیۡ وَ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا کَانَ

میری رحمت سے ف۱ اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے پھر کچھ جواب

جَوَابَ قَوۡمِہٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا اقۡتُلُوۡہُ اَوۡ حَرِّقُوۡہُ فَاَنۡجٰىہُ

نہ تھا اُس کی قوم کا مگر یہی کہ بولے اُس کو مار ڈالو یا جلا دو ف۲ پھر اُس کو بچا دیا

اللّٰہُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾

اللہ نے آگ سے ف۳ اس میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو یقین لاتے ہیں ف۴

وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا ۙ مَّوَدَّۃَ

اور ابراہیم بولا ف۵ جو ٹھہرائے ہیں تم نے اللہ کے سوائے بتوں کے تھان سو دوستی کر کر

بَیۡنِکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ ثُمَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکۡفُرُ

آپس میں دنیا کی زندگانی میں ف۶ پھر دن قیامت کے منکر ہو جاؤ گے

بَعۡضُکُمۡ بِبَعۡضٍ وَّ یَلۡعَنُ بَعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ۫ وَّ مَاۡوٰىکُمُ

ایک سے ایک اور لعنت کرو گے ایک کو ایک ف۷ اور ٹھکانا تمہارا

النَّارُ وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۲۵﴾ ٭ۖ فَاٰمَنَ لَہٗ لُوۡطٌ ۘ وَ قَالَ

آگ ہے اور کوئی نہیں تمہارا مددگار ف۸ پھر مان لیا اُس کو لوط نے اور وہ بولا

اِنِّیۡ مُہَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیۡ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲۶﴾ وَ وَہَبۡنَا

مَیں تو وطن چھوڑتا ہوں اپنے رب کی طرف بیشک وہ ہی ہے زبردست حکمت والا ف۹ اور دیا ہم نے

لَہٗۤ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ وَ جَعَلۡنَا فِیۡ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَ

اُس کو اسحٰق اور یعقوب ف۱۰ اور رکھ دی اُس کی اولاد میں پیغمبری اور

الۡکِتٰبَ وَ اٰتَیۡنٰہُ اَجۡرَہٗ فِی الدُّنۡیَا ۚ وَ اِنَّہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ

کتاب ف۱۱ اور دیا ہم نے اُس کو اُس کا ثواب دنیا میں اور وہ آخرت میں

ف۱ یعنی جنہوں نے اللہ کی باتوں کا انکار کر دیا اور اُس سے ملنے کی اُمید نہیں رکھی (کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے قائل ہی نہ ہوئے) انہیں رحمتِ الٰہی کی اُمید کیونکر ہو سکتی ہے۔ لہٰذا وہ آخرت میں بھی محروم و مایوس ہی رہینگے۔ یہ گویا "مَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ" کا عکس ہوا۔

ف۲ یعنی ابراہیمؑ کی تمام معقول باتیں اور دلائل و براہین سُن کر جب اُن کے ہم قوم جواب سے عاجز ہوئے تو قوت کے استعمال پر اُتر آئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ یا تو قتل کر کے ایک دم ان کا قصہ ہی تمام کر دو اور یا آگ میں جلاؤ شاید تکلیف محسوس کر کے اپنی باتوں سے باز آجائے تو نکال لینگے ورنہ راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ جائیگا۔

ف۳ یعنی انہوں نے مشورہ کر کے آگ میں ڈال دیا، مگر حق تعالیٰ نے آگ کو گلزار بنا دیا۔ جیسا کہ سورۂ انبیاءؑ میں مفصلاً گذر چکا ہے۔

ف۴ یعنی اس واقعہ سے سمجھا دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے سچے بندوں کو کس طرح بچا لیتا ہے! اور مخالفینِ حق کو کس طرح خائب و خاسر کرتا ہے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ ہر چیز کی تاثیر اُس کے حکم سے ہے۔ جب حکم نہ ہو تو آگ جیسی چیز جلا نہیں سکتی۔

ف۵ یعنی آگ سے نکل کر پھر نصیحت شروع کر دی۔

ف۶ یعنی بُت پرستی کو کون عقلمند جائز رکھ سکتا ہے، بُت پرست بھی دل میں جانتے ہیں کہ یہ نہایت مہمل حرکت ہے۔ مگر شیرازۂ قومی کو جمع رکھنے کے لئے ایک مذہب ٹھہرا لیا ہے کہ اُس کے نام پر تمام قوم متحد و متفق رہے اور ایک دوسرے کے دوست بنے رہیں، جیسا کہ آج کل ہم یورپ کی عیسائی قوموں کا حال دیکھتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ بُت پرستی کا شیوع و رواج اس بنا پر نہیں ہوا کہ وہ کوئی معقول چیز ہے بلکہ اندھی تقلید، قومی مروت و لحاظ اور تعلقاتِ باہمی کا دباؤ اس کا بڑا سبب ہے۔ یا یہ غرض ہو کہ بُت پرستی کی اصل جڑ آپس کی محبت اور دوستی تھی۔ ایک قوم میں کچھ نیک آدمی جنہیں لوگ محبوب رکھتے تھے انتقال کر گئے۔ لوگوں نے جوشِ محبت میں اُن کی تصویریں بنا کر بطور یادگار رکھ لیں پھر تصویروں کی تعظیم کرنے لگے۔ وہی تعظیم بڑھتے بڑھتے عبادت بن گئی۔ یہ سب احتمالات آیت میں مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ اور ممکن ہے "مَوَدَّۃَ بَیۡنِکُمۡ" سے بُت پرستوں کی اپنے بتوں سے جو محبت ہے وہ مراد ہو جیسا کہ دوسری جگہ "اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَہُمۡ کَحُبِّ اللّٰہِ" فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۷ یعنی یہ سب دوستیاں اور محبتیں چند روزہ ہیں۔ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن بنو گے اور بعض بعض کو لعنت کرو گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی وہ شیطان جن کے نام کے تھان ہیں اللہ کے روبرو مُنکر ہونگے کہ ہم نے نہیں کہا کہ ہم کو پُوجو۔ تب یہ پُوجنے والے اُن کو لعنت کرینگے کہ ہماری نذر و نیاز لے کر وقت پر پھر گئے۔" (موضح)

ف۸ جو دوزخ کی آگ سے تم کو بچا لے جیسے میرے پروردگار نے تمہاری آگ سے مجھ کو بچا لیا۔

ف۹ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ابراہیمؑ کو اُن کی قوم کے کسی مرد نے نہ مانا۔ البتہ لوطؑ نے فوراً بلا توقف تصدیق کی۔ دونوں کا وطن "عراق" میں شہر بابل تھا۔ خدا کے توکل پر وطن سے نکل کھڑے ہوئے اللہ نے ملک شام میں پہنچا کر بسایا۔ (تنبیہ) "وَقَالَ اِنِّیۡ مُہَاجِرٌ الخ" میں دونوں احتمال ہیں۔ قائل ابراہیم ہوں یا لوط علیہما السلام۔

ف۱۰ یعنی اسحاق بیٹا اور یعقوب پوتا دیا جن کی نسل "بنی اسرائیل" کہلاتی ہے۔

ف۱۱ یعنی حضرت ابراہیمؑ کے بعد بجز اُن کی اولاد کے کسی کو کتاب آسمانی اور پیغمبری نہ دی جائیگی۔ چنانچہ جس قدر انبیاء اُن کے بعد تشریف لائے اُن ہی کی ذریت سے تھے۔ اسی لئے ان کو "ابو الانبیاءؑ" کہا جاتا ہے۔

ف۱ یعنی دنیا میں حق تعالیٰ نے مال، اولاد، عزت اور ہمیشہ کے لئے اُن کی اولاد کو بخشا۔ (کذا فی الموضح) اور آخرت میں اعلیٰ درجہ کے صالحین کی جماعت میں (جو انبیائے اولوالعزم کی جماعت ہے) شامل رکھا۔ ف۲ یعنی یہ فعل شنیع تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ یہ ہی اس کی دلیل ہے کہ فطرت انسانی اس سے نفور ہے۔ ایسے خلاف فطرت و شریعت کام کی بنیاد تم نے ڈالی۔ ف۳ راہ مارنے سے مراد ممکن ہے ڈاکہ زنی ہو، یہ بھی اُن میں رائج ہوگی، یا اسی بدکاری سے مسافروں کی راہ مارتے تھے کہ ڈر کے مارے اُس طرف ہو کر نہ نکلیں یا "تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ" کا مطلب یہ ہو کہ فطری اور معتاد راستہ کو چھوڑ کر توالد و تناسل کا سلسلہ منقطع کر رہے تھے۔ ف۴ شاید یہ ہی بدکاری علانیہ لوگوں کے سامنے کرتے ہوں گے، اس بات کی شرم بھی نہ رہی تھی یا کچھ اور ٹھٹھے اور چھیڑ اور بے شرمی کی باتیں کرتے ہونگے۔

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۲۷) وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

البتہ نیکوں سے ہے ف۱ اور بھیجا لوط کو جب کہا اپنی قوم کو تم آتے ہو

الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (۲۸)

بےحیائی کے کام پر تم سے پہلے نہیں کیا وہ کسی نے جہان میں ف۲

اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۵ وَ

کیا تم دوڑتے ہو مردوں پر اور راہ مارتے ہو ف۳ اور

تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ

کرتے ہو اپنی مجلس میں برا کام ف۴ پھر کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا مگر

اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۹)

یہی کہ بولے لے آ ہم پر عذاب اللہ کا اگر تو ہے سچا ف۵

ع ۱۵ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ (۳۰) وَلَمَّا

بولا اے رب میری مدد کر ان شریر لوگوں پر ف۶ اور جب

جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا

پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر بولے ہم کو غارت کرنا ہے

اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ (۳۱)

اس بستی والوں کو بیشک اس کے لوگ ہو رہے ہیں گنہگار ف۷

قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا

بولا اس میں تو لوط بھی ہے ف۸ وہ بولے ہم کو خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (۳۲)

ہم بچا لینگے اس کو اور اسکے گھر والوں کو مگر اس کی عورت کہ رہے گی رہ جانے والوں میں ف۹

وَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ

اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس ناخوش ہوا ان کو دیکھ کر اور تنگ ہوا

ف۵ یعنی اگر تم سچے نبی ہو اور واقعی سچ کہتے ہو کہ ہمارے یہ کام خراب اور مستوجب عذاب ہیں تو دیر کیا ہے وہ عذاب لے آیئے۔ دوسری جگہ فرمایا "وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ" (اعراف۔ رکوع ۱۰) یعنی اُن کی قوم کا جواب یہی تھا کہ لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ یہ بڑے پاک بننا چاہتے ہیں۔ شاید قوم میں سے بعض نے یہ بعض نے وہ جواب دیا ہوگا، یا ایک وقت میں ایک بات اور دوسرے میں دوسری کہی ہوگی۔ مثلاً اوّل عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اُڑایا، پھر آخری فیصلہ یہ کیا ہوگا، کہ انہیں بستی سے نکال دیا جائے بہرحال ثابت ہوگیا کہ وہ قوم نہ صرف اس فعل شنیع کی مرتکب اور بانی تھی، بلکہ اُس کے جاری رکھنے پر اس قدر اصرار تھا کہ نصیحت کرنیوالے پیغمبر کو اپنی بستی سے نکالنے پر تیار ہوگئے۔ اُن کی فطرت اور طبائع اس قدر مسخ ہو چکی تھیں کہ خوف خدا کا کوئی شائبہ دلوں میں باقی نہ رہا تھا، عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور پیغمبر کے مقابلہ پر آمادہ تھے۔ جُرم کی یہ ہی نوعیت اُن کے ہلاک کرنے کے لئے کافی تھی۔ اور اگر اس کے ساتھ توحید کے بھی قائل نہ تھے تو کریلا اور نیم چڑھا۔ سمجھئے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کی دعوت حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے مشتہر ہو کر پہنچ چکی ہوگی۔ اس لئے لوط علیہ السلام خاص اسی فعل شنیع سے روکنے پر مامور ہوئے۔ اور ممکن ہے انہوں نے توحید وغیرہ کی دعوت بھی دی ہو۔ مگر اُس کو یہاں نقل نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم۔

ف۶ یہ اُن کی طرف سے مایوس ہو کر فرمایا، شاید سمجھ گئے ہونگے کہ ان کی آیندہ نسلیں بھی درست ہونیوالی نہیں۔ وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلیں گی جیسے نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا "اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا" (نوح۔ رکوع ۲) کذا قال النیسابوری فی تفسیرہ۔

ف۷ لوط علیہ السلام کی دعا پر فرشتوں کو اُس بستی کے تباہ کرنے کا حکم ہوا۔ فرشتے اوّل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے، اُن کو بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت سُنائی اور اطلاع دی کہ ہم اس بستی (سدوم) کو تباہ و برباد کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ کیونکہ وہاں کے لوگ کسی طرح اپنی حرکات شنیعہ سے باز نہیں آتے۔ اِن واقعات کی تفصیل سورۂ اعراف، ہُود اور حِجر وغیرہ میں گذر چکی ہے۔ (تنبیہ) شاید ہلاکت کی خبر کے ساتھ بیٹے کی بشارت دینے کا مطلب یہ ہو کہ ایک قوم سے اگر خدا کی زمین خالی کی جانیوالی ہے تو دوسری طرف حق تعالیٰ ایک عظیم الشان قوم "بنی اسرائیل" کی بنیاد ڈالنے والا ہے۔ نبہ علیہ العلامۃ النیسابوری فی تفسیرہ۔

ف۸ یعنی کیا لوط کی موجودگی میں بستی کو تباہ کیا جائیگا؟ یا اُنہیں وہاں سے علیحدہ کر کے تعذیب کی کارروائی عمل میں لائی جائیگی؟ غالباً حضرت ابراہیم کو ازراہ شفقت خیال آیا کہ اگر لوط کی آنکھوں کے سامنے یہ آفت نازل ہوئی تو عجب نہیں کہ عذاب کا ہولناک منظر دیکھنے سے وحشت اور گھبراہٹ ہو، فرشتوں نے اپنے کلام میں کوئی استثنا کیا نہ تھا، اُس سے اُن کے ذہن میں یہ ہی شق آئی ہوگی کہ لوط کی موجودگی میں کارروائی کرینگے۔ واللہ اعلم۔ ف۹ یعنی فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں اور جو اُن میں خدا کے مجرم ہیں۔ تنہا لوط نہیں، بلکہ اُس کے گھر والوں کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ سب کو عذاب کے موقع سے علیحدہ کر لیں گے صرف اس کی ایک عورت وہاں رہ جائے گی۔ کیونکہ اُس پر بھی عذاب آنا ہے۔

ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ قف اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ
دل میں ف۱ اور وہ بولے مت ڈر اور غم نہ کھا ہم بچائیں گے تجھ کو اور

اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ
تیرے گھر کو مگر عورت تیری رہ گئی رہ جانے والوں میں ہم کو اُتارنی ہے

عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا
اس بستی والوں پر ایک آفت آسمان سے اس بات پر کہ وہ

يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ
نافرمان ہو رہے تھے ف۲ اور چھوڑ رکھا ہے اُس کا نشان نظر آتا ہوا سمجھدار لوگوں

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يٰقَوْمِ
کے واسطے ف۳ اور بھیجا مدین کے پاس اُن کے بھائی شعیب کو پھر بولا اے قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِى
بندگی کرو اللہ کی اور توقع رکھو پچھلے دن کی ف۴ اور مت پھرو

الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
زمین میں خرابی مچاتے ف۵ پھر اُس کو جھٹلایا تو پکڑ لیا اُن کو زلزلے نے

فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ
پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے اور ہلاک کیا عاد کو اور ثمود کو اور

قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ قف وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
تم پر حال کھل چکا ہے اُن کے گھروں سے ف۶ اور فریفتہ کیا اُن کو شیطان نے

اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾
اُن کے کاموں پر پھر روک دیا اُن کو راہ سے اور تھے ہوشیار ف۷

وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ قف وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى
اور ہلاک کیا قارون اور فرعون اور ہامان کو اور اُن کے پاس پہنچا موسیٰ

ف۱ فرشتے نہایت حسین وجمیل امردوں کی شکل میں وہاں پہنچے۔ حضرت لوطؑ نے اوّل پہچانا نہیں۔ بہت تنگدل اور ناخوش ہوئے کہ اب ان مہمانوں کی عزت قوم کے ہاتھ سے کس طرح بچاؤنگا۔ اگر اپنے یہاں نہ ٹھہراؤں تو اخلاق ومروّت اور مہمان نوازی کے خلاف ہے۔ ٹھہراتا ہوں تو اس بدکار قوم سے آبرو کس طرح محفوظ رہے گی۔

ف۲ یعنی اپنی قوم کی شرارت سے ڈرے مت۔ یہ کچھ نہیں کر سکتی اور ہمارے بچاؤ کے لئے غمگین نہ ہو۔ ہم آدمی نہیں، فرشتے ہیں، جو تجھ کو اور تیرے ہم مشرب گھر والوں کو بچا کر اس قوم کو غارت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ قصّہ پہلے کئی جگہ گذر چکا۔

ف۳ یعنی اُن کی اُلٹی ہوئی بستیوں کے نشان مکّہ والوں کو ملک شام کے سفر میں دکھائی دیتے تھے۔

ف۴ یعنی آخرت کی طرف سے غافل نہ بنو۔ اکیلے خدائے واحد کی پرستش کرو۔

ف۵ خرابی مچانے سے شاید مُراد ہے لین دین میں دغابازی کرنا، سُود بَٹّہ لگانا، جیسا کہ اُن کی عادت تھی۔ اور ممکن ہے رہزنی بھی کرتے ہوں۔ وقیل غیر ذٰلک۔

ف۶ یعنی اُن کی بستیوں کے کھنڈر تم دیکھ چکے ہو۔ اُن سے عبرت حاصل کرو۔

ف۷ یعنی دنیا کے کام میں ہشیار تھے اور اپنے نزدیک عقلمند تھے پر شیطان کے بہکائے سے نہ بچ سکے۔

بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾

کھلی نشانیاں لے کر، پھر بڑائی کرنے لگے ملک میں اور نہیں تھے ہم سے جیت جانیوالے ف١

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ

پھر سب کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر ف٢ پھر کوئی تھا کہ اُس پر ہم نے بھیجا پتھراؤ ہوا سے ف٣

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ

اور کوئی تھا کہ اُس کو پکڑا چنگھاڑنے ف٤ اور کوئی تھا کہ اُس کو دھنسا دیا ہم نے

الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

زمین میں ف٥ اور کوئی تھا کہ اُس کو ڈبا دیا ہم نے ف٦ اور اللہ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرے

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٠﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ

پر تھے وہ اپنا آپ ہی بُرا کرتے ف٧ مثال اُن لوگوں کی جنہوں نے پکڑے

دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ

اللہ کو چھوڑ کر اور حمایتی جیسے مکڑی کی مثال بنالیا اُس نے ایک گھر اور

اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾

سب گھروں میں بودا سو مکڑی کا گھر اگر اُن کو سمجھ ہوتی ف٨

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ

اللہ جانتا ہے جس جس کو وہ پکارتے ہیں اُس کے سوائے کوئی چیز ہو ف٩ اور وہ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ

زبردست ہے حکمتوں والا ف١٠ اور یہ مثالیں بٹھلاتے ہیں ہم لوگوں کے واسطے

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ

اور اُن کو سمجھتے وہی ہیں جن کو سمجھ ہے ف١١ اللہ نے بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٤﴾

اور زمین جیسے چاہییں ف١٢ اس میں نشانی ہے یقین لانیوالوں کے لئے ف١٣

وقف لازم

ع ٤

ف١ یعنی کھلی نشانیاں دیکھکر بھی حق کے سامنے نہ جھکے اور کبر و غرور نے اُنکی گردن پیچھے نہ ہونے دی۔ پھر نتیجہ کیا ہوا؟ کیا بڑے بنکر سزا سے بچ گئے؟ یا العیاذ باللہ خدا کو تھکا دیا۔

ف٢ یعنی ان میں سے ہر ایک کو اُس کے جرم کے موافق سزا دیگئی۔

ف٣ یہ قوم لوطؑ ہے اور بعض نے "عاد" کو بھی اس میں داخل کیا ہے۔

ف٤ یہ "ثمود" تھے اور اہل "مدین" بھی۔

ف٥ یعنی قارون کو، جیسا کہ سورۂ قصص میں گذرا۔

ف٦ یہ فرعون و ہامان ہوئے اور بعض نے قوم نوحؑ کو بھی اس میں داخل کیا ہے۔

ف٧ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ کوئی ناانصافی یا بے موقع کام کرے، اُس کی بارگاہ عیوب و نقائص سے بکلی مبرّا و منزّہ ہے ظلم تو وہاں متصور ہی نہیں، ہاں بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، یعنی ایسے کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ لامحالہ اُن کے حق میں بُرا ہو۔

ف٨ یعنی گھر اس واسطے ہے کہ جان و مال کا بچاؤ ہو، نہ مکڑی کا جالا کہ دامن کے جھٹکے سے ٹوٹ پڑے۔ یہ ہی مثال اس کی ہے جو اللہ کے سوا کسی کو اپنا بچانے والا اور محافظ سمجھے، بدون مشیت الٰہی کچھ بچاؤ نہیں کر سکتے۔

ف٩ یعنی ممکن تھا سننے والا تعجب کرے کہ سب کو ایک ہی ذیل میں کھینچ دیا کسی کو مستثنیٰ نہ کیا بعض لوگ بُت کو پوجتے ہیں، بعض آگ پانی کو، بعض اولیاء، انبیاء، یا فرشتوں کو، سو اللہ نے فرما دیا کہ اللہ کو سب معلوم ہیں۔ اگر کوئی ایک بھی ان میں سے مستقل قدرت و اختیار رکھتا تو اللہ سب کی یک قلم نفی نہ کرتا۔

ف١٠ یعنی اللہ کو کسی کی رفاقت نہیں چاہیئے، وہ زبردست ہے اور مشورہ نہیں چاہیئے کیونکہ حکیم مطلق ہے۔

ف١١ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ "مکڑی" اور "مکھی" وغیرہ حقیر چیزوں کی مثالیں بیان کرتا ہے جو اُس کی عظمت کے منافی ہیں اس کا جواب دیا، کہ مثالیں اپنے موقع کے لحاظ سے نہایت موزوں اور ممثل لہ پر پوری منطبق ہیں۔ مگر سمجھدار ہی اُس کا مطلب ٹھیک سمجھتے ہیں۔ جاہل بے وقوف کیا جانیں۔ مثال کا انطباق مثال دینے والے کی حیثیت پر نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ جس کی مثال ہے اس کی حیثیت کو دیکھو، اگر وہ حقیر و کمزور ہے تو تمثیل بھی ایسی ہی حقیر و کمزور چیزوں سے ہوگی۔ مثال دینے والے کی عظمت کا اس سے کیا تعلق۔

ف١٢ یعنی نہایت حکمت سے بنایا، بیکار پیدا نہیں کیا۔

ف١٣ یعنی جب آسمان و زمین اُس اکیلے نے بنا دیے تو چھوٹے چھوٹے کاموں میں اُسے کسی شریک یا مددگار کی کیا احتیاج ہوگی۔ ہوتی تو اُن بڑے کاموں میں ہوتی۔